قرآن کریم اور سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کی تعلیمات کا علمبردار

بینات

جلد: ۸۷ شمارہ: ۱۱

ذوالقعدہ: ۱۴۴۵ھ - جون: ۲۰۲۴ء

قیمت فی شمارہ: ۶۰ روپے، زرِ سالانہ: ۷۰۰ روپے

مُدیر/مُدیرِ مسئول

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

نائب مُدیر

مولانا سید احمد یوسف بنوری

مُدیرِ معاون

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

ناظم

مولانا فضل حق یوسفی

خط وکتابت اور ترسیلِ زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ ''بینات'' جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن

کراچی، پوسٹ کوڈ: 74800، پوسٹ بکس نمبر: 3465

فون دفتر ''بینات'': 021-34927233

بیرون ملک سے بذریعہ ہوائی ڈاک

یورپی اور امریکی ممالک، وغیرہ: 40 امریکی ڈالر

عرب اور ایشیائی ممالک، وغیرہ: 35 امریکی ڈالر

اکاؤنٹ نمبر

اکاؤنٹ نمبر: 7-397-0101900 برانچ کوڈ: 00816

مسلم کمرشل بینک علامہ بنوری ٹاؤن برانچ کراچی

وضاحت

ماہنامہ ''بینات'' میں اشتہارات کی اشاعت کا مقصد تصدیق اور سفارش نہیں ہے۔ ادارہ معاملات کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

فون: 34913570 - 34123366 - 34121152 **Ext.** 146 - 147

فیکس: 92-21-34919531 +

Web: www.banuri.edu.pk ***Email***: bayyinat@banuri.edu.pk

ناشر: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری **مطبع:** شفق پرنٹنگ پریس **طابع:** حافظ ثناء اللہ واحدی

فہرستِ مضامین

بصائر و عبر

ملکی معیشت کو سود سے پاک کرنے کی دُہائی!	۳	محمد اعجاز مصطفیٰ

مقالات و مضامین

مکاتیب حضرت مولانا احمد رضا بجنوریؒ بنام حضرت بنوریؒ	۷	انتخاب: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری
مرد و زن کے قرآنی حدود! اور اسلام کا نظامِ عفت	۱۱	حضرت مولانا بدیع الزماں رحمۃ اللہ علیہ
کائنات کا تنہا مالک اللہ ہے!	۱۵	ڈاکٹر مولانا سید احمد یوسف بنوری
سنت بحیثیت مستقل مصدر (صحابہ کرامؓ کی نظر میں)	۲۴	مولانا محمد نعمان خلیل
علامہ ذہبیؒ اور تذکرۃ الحفاظ میں ان کا اُسلوبِ تالیف	۳۱	مولانا محمد انس
طبی اخلاقیات (دائرہ کار، ضوابط، اخلاقی قدریں) (قسط:۲)	۴۲	ڈاکٹر مولانا فہد انوار

یادِ رفتگاں

محافظِ ختم نبوت علامہ احمد میاں حمادی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت	۵۱	محمد اعجاز مصطفیٰ

دار الافتاء

حج اور قربانی سے متعلق چند اہم مسائل	۵۴	ادارہ

نقد و نظر

مجموعۂ خطبات ... فیضانِ محبت ... حزب البحر	۶۰	ادارہ
سہ ماہی ’’الرابطۃ‘‘ ... اجراءِ نحو وصرف مع اصطلاحاتِ نحویہ		
اُصولِ اسلام		

بصائر وعبر

ملکی معیشت کو سود سے پاک کرنے کی دُہائی!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

قرآن کریم، سنتِ نبویہ، اجماعِ اُمت اور عقلِ سلیم کی رو سے سود حرام ہے۔ سود کی حرمت، نجاست، قباحت اور شناعت کو شرعی نصوص میں بڑا واضح اور غیر مبہم انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ جو شخص سود جیسی لعنت کو نہیں چھوڑتا، اس کے خلاف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی جانب سے کھلا اعلانِ جنگ ہے۔ یہی نظریۂ پاکستان بھی ہے، جسے روزِ اول سے تاحال موقع بموقع دہرایا جارہا ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی سود اور اس کی تباہ کاریوں کو کئی بار اپنی سفارشات میں واضح کیا۔ وفاقی شرعی عدالت نے سود کو غیر اسلامی قرار دیا اور اپنے فیصلہ میں لکھا کہ سودی نظام کو فوراً ختم کیا جائے، اس لیے کہ یہ غیر اسلامی، ناجائز اور حرام ہے۔ لیکن ۱۹۹۱ء میں اس وقت کی حکومت اور پاکستانی بینکوں نے اس کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کردی۔ اتنے سال اپیلوں میں ضائع ہونے کے بعد ۲۰۲۲ء میں پھر عدالتِ عظمیٰ کی وساطت سے یہ سننے اور پڑھنے کو ملا کہ بینک کا سود حرام ہے اور پاکستان سے اس کا خاتمہ ہونا چاہیے، مگر اس فیصلہ میں بھی فوری خاتمے کے حکمنامہ کی بجائے پانچ سال کی مہلت شامل تھی، گو یہ فیصلہ بھی کئی پہلوؤں سے تشنہ اور متعدد سوالوں کا مورد تھا، جس کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے کئی حکومتی ادارے اور پرائیویٹ بینک اس فیصلے کے خلاف عدالتِ عظمیٰ جاپہنچے، اسی کشاکشی کے احوال میں حرمتِ سود سیمینار کے عنوان پر اجتماع کیا گیا تھا اور اس میں پرائیویٹ بینکوں سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ اپنی اپیلیں واپس لیں، اور حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ سود کے خاتمے کے لیے وزارتِ خزانہ میں ایک مستقل ڈویژن اور اس کے تحت ایک ٹاسک فورس قائم کرے، جو مالیاتی اداروں کو سود سے پاک کرنے کا مرحلہ طے

کر کے اُسے نافذ کرے۔ اس اجتماع میں کئی قراردادیں بھی منظور کیں، اس عدالتی فیصلے سے لے کر مذکورہ اجتماع کی قراردادوں تک پیش کردہ روئیداد پر ماہنامہ ''بینات'' کے صفحات میں کچھ تبصرے بھی شائع ہو چکے ہیں، مگر تا حال ان قراردادوں پر عمل درآمد کی کوئی شکل سامنے نہیں آسکی۔ اس پس منظر کے تناظر میں یہ دیکھا، سنا اور سمجھا جا سکتا ہے کہ وطنِ عزیز سے سود کے خاتمہ کے لیے سنجیدگی کا کتنا فقدان ہے، جبکہ ملک کے دستور کی دفعہ: ۲۲۷ غیر مبہم الفاظ میں یہ اقرار کرتی ہے کہ ملک کے موجودہ تمام قوانین کو قرآن وسنت کے مطابق بنایا جائے گا، اور قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا۔

اس دفعہ کو عملی طور پر مؤثر بنانے کے لیے دفعہ ۲۰۳ کے ذریعے وفاقی شرعی عدالت کا قیام عمل میں لایا گیا تھا، اس کے فیصلوں کے خلاف اپیلوں کے لیے سپریم کورٹ میں شریعت اپیلنٹ بینچ تشکیل دی گئی تھی، ان دونوں عدالتوں میں علماء ججز کی شمولیت ضروری تھی، تمام مکاتب فکر کے علماء، دینی تنظیموں اور تاجر برادری کے نمائندہ اجتماع نے اس بات پر گہری تشویش کا اظہار کیا تھا کہ اس وقت یہ اہم ترین ادارے تقریباً معطل ہیں۔ اگر کسی شخصیت کا تقرر ہوتا ہے تو اسے بھی غیر مؤثر رکھنے کا وطیرہ چلا آرہا ہے۔ پاکستان سے سود کے خاتمہ کے لیے ایک طرف سنجیدگی کا فقدان ہے اور دوسری طرف محض دُہائی دی جاسکتی ہے، اس دُہائی کی تازہ مثال ۲۳؍اپریل ۲۰۲۴ء کو موجودہ قومی اسمبلی میں رکن اسمبلی محترم جناب سید مصطفیٰ کمال نے قائم کی، اس اہم تقریر کو قومی میڈیا نے حسبِ روایت کوئی اہمیت نہیں دی، اس لیے تاریخ میں اس خطاب کو محفوظ رکھنے اور افادۂ عام کی غرض سے کسی قدر حک واضافہ کے بعد اس کے چند اقتباسات نذرِ قارئین کرنے جارہے ہیں۔ سید مصطفیٰ کمال صاحب نے کہا:

''جناب ڈپٹی اسپیکر! ہم اس وقت پاکستان میں جو معاشی نظام چلا رہے ہیں، میں اس بارے میں آپ کو دو تین چیزوں کی نشان دہی کرنا چاہتا ہوں۔ قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے ۱۹۴۸ء میں جب اسٹیٹ بنک کی عمارت کا افتتاح کیا تو انہوں نے اپنے خطاب میں یہ کلمات ادا کیے: ''ہمیں مساوات و معاشرتی انصاف کے حقیقی اسلامی تصور پر مبنی ایک معاشی نظام دنیا کے سامنے پیش کرنا ہوگا۔'' آج جس آئین کے تحت اس ایوان میں ہم بیٹھے ہیں، شہیدِ جمہوریت جناب ذوالفقار علی بھٹوؒ نے ۱۹۷۳ء میں جو آئین بنایا، اس میں سود کے خاتمے کا ذکر ہے۔ پھر جب انہوں نے دیکھا کہ معاشی نظام اس طرح سے نہیں چل رہا، ۷۶ سال ہو گئے اس ملک کو بنے ہوئے، ۵۱ سال ہو گئے اس آئین کو بنے ہوئے، آج تک ہمارا معاشی نظام ٹھیک نہیں ہو پایا، متعدد فیصلے آنے کے بعد ۲۰۲۲ء میں شرعی عدالت نے رِبا کو حرام قرار دیتے ہوئے کہا کہ اگلے ۵ سالوں میں یہ ختم ہو جانا چاہیے۔ یہ اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے! میں آپ کے سامنے قرآن کریم کی ۲؍آیاتِ مبارکہ پڑھنا چاہتا ہوں:

❶: سورۃ البقرۃ کی آیت: ۲۷۸-ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اگر تم واقعی مؤمن ہو، سود کا جو حصہ بھی کسی کے ذمے باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو، پھر بھی اگر تم ایسا نہ کرو گے تو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو۔ اور اگر تم سود سے توبہ کرو تو تمہارا اصل سرمایہ تمہارا حق ہے۔ نہ

تم کسی پر ظلم کرو، نہ کوئی تم پر ظلم کرے۔‘‘

❷: آیت:۲۷۶-ترجمہ: ’’اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے گنہ گار کو پسند نہیں کرتا۔‘‘

جناب ڈپٹی اسپیکر! ہمارے محترم و معزز اور قابل وزیر کا آج بھی اخبار میں بیان چھپا ہے کہ پاکستان کی معیشت بہت ترقی کرنے والی ہے۔ آئی-ایم-ایف سے نئی ڈیل ہونے والی ہے۔ تو یہ معیشت کس بنیاد پر ہے؟ یہ سود پر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرمارہا ہے کہ: یہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کھلی جنگ ہے، اور میں سود کو مٹا کر رہوں گا۔ میں اللہ کی بات مانوں یا وزیر صاحب کی بات مانوں؟ اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ: اس سودی نظام سے ہم اس ملک کو ترقی دیں گے، ملک خوش حال ہوجائے گا تو یہ اللہ کی طاقت کے ساتھ ضد ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اس ملک میں ہم سے یہ جنگ نعوذ باللہ! ہار گئے ہیں؟ ہم اس سودی نظام میں رہ کر اس ملک میں خوش حالی پیدا کریں گے؟ ایسا بالکل ممکن نہیں ہے۔ اس ملک کے ہر گھر کی دیواریں سونے کی ہو جائیں اور چھت چاندی کی ہوجائے، پھر بھی میں کہوں گا کہ: اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی یہ جنگ جیتیں گے، اور ہمارے لیے دھوکا ہے۔ ہم دیکھ نہیں رہے کہ ۷۶ سالوں میں ہمارے حالات کیا ہوگئے؟ ہم کوئی چیز سدھارنے کے قابل نہیں ہیں اور نہ ہم قرآن کی مان رہے ہیں۔ میں آپ کے سامنے مزید ۲/احادیث نقل کرنا چاہتا ہوں:

❶: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’سود خوری کے گناہ کے ۷۰ حصے ہیں، ان میں سے ادنیٰ اور معمولی ایسا ہے جیسے اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کرنا۔‘‘

❷: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’جس قوم میں زنا اور سود پھیل جائے، وہ دنیا ہی میں مستحقِ عذاب ہوجاتی ہے۔‘‘

جناب ڈپٹی اسپیکر! اللہ کی کتاب، اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان، بانیِ پاکستان کی بات، بھٹو شہید کا آئین ہم مان نہیں رہے اور ہم کہہ رہے ہیں کہ اپنے دماغ لگا کر ہم اس ملک کو خوش حال کریں گے؟! ہم مسلسل اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ میں ہیں۔ انڈیا کا پائلٹ جہاز لے کر آیا تھا، اس جہاز کو ہماری فوج نے مار گرایا اور اس کے پائلٹ کو ہم نے دو سے تین دن میں مرہم پٹی کر کے چائے پلا کر واپس اس لیے بھیجا کہ کہیں انڈیا سے ہماری کوئی جنگ نہ شروع ہوجائے۔ ہم اس وقت انڈیا سے تو جنگ کرنے کے قابل ہیں نہیں، لیکن اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ۷۶ سالوں سے جنگ کر رہے ہیں۔ کارگل کا واقعہ پیش آیا تو نواز شریف صاحب بل کلنٹن کے پاس امریکا گئے کہ جنگ رکواؤ۔ ہم نے جلدی جنگ رکوائی، کیوں؟ اس لیے کہ ہم انڈیا سے جنگ کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ ہم کتنے بہادر ہوگئے ہیں کہ اسلام کے نام پر بننے والے اس ملک میں، جس میں ہمارا یہ سودی نظام چل رہا ہے، ہم مسلسل اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کھلی جنگ میں ہیں! ہمیں بہت ہی قابلِ احترام اور لائق وزیرِ خزانہ ملے ہیں، لیکن میں ان سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہم اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ نہیں کر

سکتے۔اورہم پرانے زمانے میں جانے کی بات نہیں کررہے، کسی چیز کوخراب کرنے کی بات نہیں کررہے، ہم تو یہ کہہ رہے ہیں کہ خدارا! سود سے جان چھڑائیں، اس لیے کہ سود کے بارے میں کس قدر وعیدیں آئی ہیں!

اب میں عرض کرتا ہوں کہ ہم چاہتے کیا ہیں؟ دیکھیے! ۲۰۲۲ء میں سپریم کورٹ کا آرڈر آیا کہ پانچ سالوں میں یہ سودی نظام ختم ہوگا۔ ۱۶/بینکوں نے شریعت اپیلنٹ بنچ میں اپیل کی ہوئی ہے، ۲ سال ہوگئے ہیں کہ سپریم کورٹ نے اپنی شریعت اپیلنٹ بینچ ہی نہیں بنائی۔ یہاں پر کسی وزیر اعظم کو ہٹانا یالگانا ہوتو رات کے ۱۲/بجے سپریم کورٹ کھولتے ہیں اور ۲ سالوں سے اللہ اوراس کے رسول (ﷺ) سے اعلانِ جنگ بند کرنے کی استدعالٹکی ہوئی ہے، مگر اپیلنٹ بینچ نہیں بنا۔ یہ ملک اس نظام کے تحت آگے نہیں بڑھ سکتا، کیوں کہ آپ نے کلمہ پڑھا ہوا ہے: لا إلٰه إلا الله محمد رسول الله !

۲- یا تو ہمارے وزیر صاحب حکم دیں کہ سپریم کورٹ میں اپیلنٹ بنچ بنے، کیوں کہ پانچ سالوں میں سود کو ختم کرنا ہے تو ۲/سال ویسے ہی گزر گئے ہیں، ملک کو تین سالوں میں سود سے مکمل پاک کرنا ہے۔

۳- اگر اس فیصلے پر عمل درآمد نہیں کراسکتے تو کسی مفتی صاحب کو یہاں بلائیں، اور وہ آکر یہ بتائیں کہ یہ جو اللہ کی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ سود اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے کھلی جنگ ہے، یہ بات غلط ہے۔ ہم غلط سمجھ رہے ہیں، قرآن کریم کا حکم ایسا نہیں ہے۔ اور اگر یہ جنگ ہے تو یہ جنگ ختم کرنی چاہیے۔

۴- اور اگر یہ بھی نہیں کرسکتے تو پھر آئین سے اس بات کو مٹائیں۔ یہ تو ہم کرسکتے ہیں ناں، یہ ایوان کرسکتا ہے، ورنہ ہم منافق ہیں۔ میں کہہ رہا ہوں کہ اس کو مٹادیں اور اعلان کردیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی ان باتوں کو مانتے ہی نہیں ہیں، نعوذ باللہ! پھر ہم منافق سے مجرم ہوجائیں گے، ہمارے جرم کا درجہ کم ہوجائے گا۔ آپ قرآن شریف کی تلاوت سے ایوان کی کارروائی شروع کرتے ہیں، آپ نعت پڑھتے ہیں، آپ ۷۶ سالوں سے جس اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے حالتِ جنگ میں ہیں، اسی اللہ و رسول (ﷺ) سے بات شروع کرتے ہیں۔ عجیب مذاق ہے!''

ہم رکنِ قومی اسمبلی جناب مصطفیٰ کمال کے اس ایمانی جذبے کی تحسین کرتے ہوئے دیگر تمام ارکان پارلیمنٹ سے بھی اسی ایمانی جذبہ کے متمنی بلکہ ملتجی ہیں، لہٰذا تمام اراکینِ اسمبلی جناب سید مصطفیٰ کمال صاحب کا ساتھ دیں اور قومی اسمبلی کی پارلیمانی کمیٹی بنوائیں، اوران کے کیے گئے مطالبات کو راہِ عمل پر ڈالنے کے لیے بھرپور کردار ادا کریں، بالخصوص ۱۹۷۳ء کے آئین سازوں کے سیاسی ورثاء کا آئینی، اخلاقی اور شرعی فرض بنتا ہے کہ وہ وطنِ عزیز سے سود کے خاتمے کے لیے قائدانہ وذمہ دارانہ کردار ادا کریں اور ملک سے سود جیسی لعنت کو ختم کرانے میں اپنا کردار ادا کریں۔ ان شاء اللہ! اس سے جہاں آپ دنیا میں سرخرو ہوں گے، وہاں آخرت کی جواب دہی سے بھی بچ جائیں گے، ورنہ خسر الدنیا و الآخرة کا مصداق بنیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ فرمائے، آمین!

و صلی الله تعالٰی علٰی خیر خلقه سیدنا محمد و علٰی آله و صحبه أجمعین

سلسلۂ مکاتیب حضرت بنوریؒ

مکاتیب حضرت مولانا احمد رضا بجنوری رحمۃ اللہ علیہ

بنام حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ

انتخاب: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرم محترم مولانا دامت معالیکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کرم نامہ نے شرف بخشا، میں نے بھی ۲، ۳ روز قبل ایک لفافہ لکھا تھا، شاید وہ آپ کو کراچی نہ مل سکا ہوگا۔ زیارتِ حرمین شریفین کی سعادت بار بار ملنے پر دلی مبارک باد قبول فرمائیں، اللّٰھم زد فزد! بڑی خوشی ہوئی۔ مولانا طاسین صاحب بھی تقریباً ساتھ ہی پہنچیں گے، خدا آپ دونوں حضرات کو بعافیت وکامیابی واپس لائے۔ اَمکنۂ مبارکہ میں دعوات میں یاد فرمائیں، اور روضۂ سید السادات علیہ أفضل التسلیمات والتحیات پر سلام عرض کردیں تو مزید احسان!

امام بخاریؒ کی تمام تصانیف پر تبصرہ بطور تعارف ضروری سمجھا کہ اکثر کتابوں پر عام نظر نہیں ہے، اور جہاں تک ان کی شانِ تحدیث ہے، اس کو میں نے تنقید سے بالاتر لکھا ہے، تدلیس یا عدمِ روایت وغیرہ سے دفاع کیا ہے۔ البتہ نقدِ رجال میں یا ائمہ احناف کی تضعیف وغیرہ میں جو مسامحات یا بقول حضرت (مولانا محمد انور) شاہ صاحبؒ: ''ناانصافی ہوئی ہے''، اس کا ذکر بھی ضروری سمجھا، تاکہ ایک دفعہ یہ بات بھی کھل کر سامنے آجائے۔ ایک طرف اگر انکارِ حدیث کا فتنہ ہے تو دوسری طرف دوسرے حضرات کا زہر بھی کم نہیں ہے، جو روز افزوں ہے۔ اور علامہ (محمد زاہد) کوثریؒ، نیز حضرت شاہ صاحبؒ سے پہلے ایسی تحقیقی تنقید نہیں ہوسکی ہے، اس لیے میں نے تو اپنی رائے ناقص سے یہی بہتر سمجھا کہ اس جھول کو صاف کردیا جائے، خصوصاً جبکہ سبھی کے تذکرے بے کم وکاست لائے ہیں، اس موقع پر کم سے کم چیز تو آہی جائے، ورنہ اس سے بہت زیادہ بھی آسکتی تھی، جیسا کہ آپ خوب جانتے ہیں۔

رہا منکرینِ حدیث کا فتنہ سواس کے مقابلہ کے لیے میں نے ۶ سو محدثین کا انتخاب کرکے ان کے حالات لکھے ہیں، جن میں چند کے علاوہ سبھی نہایت جلیل القدر اور ہر اعتبار سے پاک وصاف ہیں، اور ان میں احناف زیادہ ہیں، تو اس سے حجیتِ حدیث کو قوت ملے گی یا انکار کو؟!

بہر حال پھر بھی کتاب آپ کے سامنے ہے، مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی کو بھی کئی روز قبل خط تقریباً اسی مضمون کا اپنے ہی خیال سے لکھ چکا تھا، یہ توقع تو نہ تھی کہ وہ بھی متاثر ہوں گے۔ آپ جس طرح فرمائیں گے مزید تلافی کروں گا، مگر بقول مولانا محمد میاں صاحب کے (ان کی تقریظ آخرِ کتاب میں پڑھی ہوگی): ''مظلوم کو کچھ تھوڑا بہت کہہ لینے کی گنجائش بھی تو موجود ہے۔'' کاش! آپ پوری کتاب پڑھ لیں، اور مجھے اپنے تأثرات سے تفصیلی طور سے مطلع کریں۔

مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب (ندوی) کا خط، حجاز روانہ ہونے سے قبل لکھا ہوا ۲، ۳ روز قبل ملا کہ ''نواب صدیق حسن خان صاحب بہت بڑے محدّث اور فاضل جلیل تھے، اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے علاوہ آخری دور میں ان سے بہتر عربی لکھنے والا کوئی نہیں ہوا، وغیرہ، ان کو اتنا نہ گراتے تو اچھا تھا۔'' مولانا نذیر حسین صاحب کے بارے میں لکھا کہ: ''وہ بھی بڑے ماہرِ حدیث تھے، ان پر طنز نہ ہوتا تو بہتر تھا۔'' غرض سب اپنے اپنے نقطۂ نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ حضرت مولانا بدر عالم صاحب (میرٹھی) کے پاس بھی دونوں حصے جا چکے ہیں، ان کی خاص رائے بھی اپنے طور سے معلوم کرکے مجھے لکھیے گا، آپ سے بہتر ذریعہ نہیں ہوسکتا۔ خود آپ دونوں حصے مکمل دیکھ لیتے، اور میری مجبوری پر نظر کرکے، اور جو خاص باتیں علامہ (بہ ظاہر علامہ کوثری رحمہ اللہ) اور حضرت شاہ صاحبؒ کے نظریات وارشادات کی روشنی میں لے آیا ہوں، ملاحظہ کرلیتے تو مجھے آپ کی رائے سے بڑا استفادہ ہوتا۔ میں نے امام بخاریؒ کا رسالہ ''جزء القراءة'' اور ''جزء رفع اليدين''، اسی طرح حضرت شاہ صاحبؒ کے دونوں رسالہ فاتحہ و رفع (فصل الخطاب في مسألة أم الكتاب و نيل الفرقدين في مسألة رفع اليدين) کے بہت غور سے دیکھے ہیں، اس لیے میں نے اپنے کو بعض تشریحات پر مجبور پایا۔ اب یہ فیصلہ آپ ہی جیسے محقق ومبصّر کرسکتے ہیں کہ اعتدال سے تجاوز تو نہیں ہوگیا۔ ''وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِيْ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ'' آپ خاص طور سے خدا کے لیے اس سرزمینِ مقدس پر دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے نقطۂ اعتدال وصواب سے نہ ہٹائے، اور مفید باتیں لکھوائے، مضر سے بچائے۔

میں نے مدرسہ سے ۶ ماہ کی رخصت لے لی ہے، اور ارادہ یہ ہے کہ گھر رہ کر صرف ''انوار الباری'' کا کام کروں، اب خط وکتابت بھی ''بجنور، محلہ چاہ شیریں'' کے پتہ سے ہوگی، بعد عید الاضحیٰ وہیں رہوں گا۔ یہ بھی دعا کریں کہ ان ملازمتوں کے چکر سے بھی نکل جاؤں۔

ایک دوست نے کچھ کتابوں کے لیے ۴۰ پونڈ میرے لکھنے پر شیخ سلیم صاحب (بظاہر مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے مولانا سلیم صاحب مراد ہیں) کے پاس چھوڑے ہیں، جس میں سے ۳۵۳ ریال عبد الشکور فدا صاحب تاجرِ کتب مکہ معظّمہ کے سابقہ دینے ہیں، باقی سے ''فتح القدير''، ''أحكام القرآن'' جصّاص، ''ذيول تذكرة الحفاظ''، ''علل ابن أبي حاتم'' وغیرہ وغیرہ خریدنی ہیں۔ مولانا حمید الدین صاحب اور مولانا رشید الدین صاحب فیض آبادی تشریف لے گئے ہیں، سید عقیل عطاس کے پاس قیام ہوگا، ان کو میں نے مدینہ منورہ کے پتہ پر رجسٹرڈ ہوائی ڈاک سے خط لکھا تھا کہ یہ کتابیں خرید لیں، آپ اگر اس میں مدد کردیں گے تو بڑا اچھا ہوگا۔ نیز حاجی محمد صاحب نے جناب موسیٰ سلیمان راوت صاحب کے ساتھ ''مسند أحمد''، طبع جدید مصر یہ تعلیقاتِ شاکر کے لیے ۱/ ۱۲۲ پونڈ بھیجے ہیں، جس کے تقریباً ۱۵۰ ریال ہوں گے۔ موصوف کا قیام شیخ عبد القادر امین معلّم، محلہ اجیاد کے پاس ہوگا، وہ بھی آپ خرید کردیں تو اچھا ہوگا۔ خط تو میں نے ان کو رجسٹری سے بھیجا ہے، مگر ممکن ہے ابھی نہ ملا ہو، اس لیے آپ ان دونوں کاموں کی تکمیل کرادیں تو بہت ہی اچھا ہو۔ ان کتابوں کی مجھے سخت ضرورت ہے۔ رقم میں گنجائش نہ رہے گی، ورنہ ''محلی ابن حزم'' بھی منگوانا ہے، امید ہے کہ یہ دونوں حضرات سب کتابیں لے آئیں گے۔

محترم حافظ محمود صاحب اور شیخ سلیم صاحب سے میرا اسلام کہیں، اور کوئی کتاب اور زیادہ ضرورت کی اور اہم میرے کام کے سلسلے میں ملے تو وہ بھی خرید دیں، قیمت کراچی سے مل جائے گی۔ محترم مولانا طاسین صاحب کی خدمت میں سلام مسنون، اور مضمون واحد، کتابوں کے سلسلے میں اُمید ہے کہ وہ بھی مدد کریں گے۔

والسلام ختام

احقر احمد رضا

از دار العلوم دیوبند

۳/ ذوالحجہ سنہ ۱۳۸۱ھ

نوٹ: یہ خط والد ماجد حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کے سفرِ حج کے دوران انہیں لکھا گیا تھا، پتہ یوں درج ہے: عالی حضرة المحترم مولانا السيد محمد يوسف البنوري دامت معاليهم، بوساطة السيد محمود حافظ، مدير المطبعة، مكة معظّمة.

باسمہٖ تعالیٰ

محترم و مخلصم مولانا دامت برکاتُکم وعمّت معارفُکم!

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته!

کرم نامہ نے عزت ومسرت بخشی، دلی شکریہ! اگر ایسے ہی قلم برداشتہ مجھے تھوڑے تھوڑے وقفہ سے خطوط لکھتے رہتے تو مجھے بڑی امداد ملتی، میں نے تو پہلے بھی لکھا تھا کہ اس وقت آپ سے قرب نہایت ضروری تھا، مگر مشیئت نہ تھی، خیر! ایک تو آپ کے مفصل کرم نامہ نے -جس سے مجھے بڑی روشنی اور مفید مشورے بھی ملے- نہایت مسرت ہوئی۔ دوسرے ملاقات کی توقع سے مزید خوشی! اور تفصیل آپ نے کچھ لکھی نہیں، کس طرح اور کب تک امید رکھی جائے؟! شاید اوپر سے اشتیاقِ ملاقات کا امتحان لینا ہے۔ بہرحال جلد لکھیں کہ آپ کب تک تشریف لائیں گے؟ اور بجنور کے لیے کم سے کم دو تین دن ضرور دیں۔

آپ نے امام بخاریؒ وحافظ ابن حجرؒ کے بارے میں جو مشورہ دیا ہے، وہ بہت اچھا ہے، اور میں خود بھی اتنا لکھنے کے بعد رویہ نرم کردوں گا، بلکہ ایسی تلافی کروں گا کہ اس سے ناجائز فائدہ نہ اُٹھایا جاسکے گا۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے آخری دو سالوں کے درس میں کچھ چیزیں فرمائی تھیں، اس لیے رجحان ہوا کہ ایک دفعہ اس رنگ کو بھی نمایاں کردوں، ورنہ یہ مستقل پالیسی نہیں ہے، خصوصاً اس لیے بھی کہ امام بخاریؒ کی موافقات سے بھی فائدہ اُٹھانا ہے، خلافیات کے لیے برابر مطالعہ کرتا ہوں، جس کے لیے آپ نے رہنمائی فرمائی۔ ہر حدیث پر ''فتح وعمدہ'' (فتح الباري وعمدة القاري) کا بھی خوب مطالعہ کرتا ہوں، پھر ''لامع'' (لامع الدراري)، ''فیض'' (فيض الباري) اور اپنی یادداشتیں، مولانا چراغ صاحبؒ کی تقریر درسِ بخاری حضرت شاہ صاحبؒ ضرور دیکھتا ہوں۔ ''بهجة النفوس'' (لابن أبي جمرةؒ) بھی دیکھتا ہوں، اور رجال کا مطالعہ بھی کرتا ہوں، چوتھی جلد بھی ستمبر میں ارسال کروں گا، دہلی میں چھپ رہی ہے۔ پانچویں کا اکثر حصہ تالیف وکتابت ہوچکا، وہ بھی نومبر میں شائع ہوگی۔

آپ کی مصروفیات بہت ہیں، اس لیے زیادہ بار نہیں ڈال سکتا، تاہم کچھ نہ کچھ ضرور لکھتے رہیں۔ کاش! آپ صرف تصنیف میں لگتے، اور دوسرے جھگڑوں میں نہ پھنستے۔ اب کیا ہوسکتا ہے؟! خیر خدا کرے جو کچھ تالیف کرچکے ہیں وہی جلد منصۂ شہود پر آجائے، اس کی بڑی ضرورت ہے۔

حالات وعافیت سے مطلع فرمائیں، اور باقی کتاب پڑھ کر بھی مجھے مشورے دیں، ولكم الأجر!

مولانا طاسین صاحب کی خدمت میں سلام مسنون، بچوں کو دعائیں!

احقر احمد رضا

بجنور

۳۰ر جولائی سنہ ۱۹۶۳ء

..... ✿ ..... ✿ ..... ✿ .....

مردوزن کے قرآنی حدود!

اور اسلام کے نظامِ عفت کا اِجمالی خاکہ

حضرت مولانا بدیع الزماں رحمہ اللہ
سابق استاذِ حدیث، جامعہ

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں مردوزن کے باہمی اختلاط سے نسلِ انسانی کو پیدا فرمایا اور دونوں کے لیے خصوصی احکام نازل فرمائے اور اس امر کا خاص اہتمام فرمایا کہ ہر ایک (مرد ہو یا عورت) اپنے اپنے دائرہ کار میں رہ کر مصروفِ عمل ہو، تاکہ معاشرہ پاکیزہ رہے، کسی کو بھی اپنے مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں دی۔

موجودہ دور کی معاشرتی اور اخلاقی خرابیوں کا اصل سبب یہ ہے کہ مرد وعورت میں سے ہر ایک نے اسلام کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کر کے خالص حیوانی زندگی کو اپنا نصب العین بنالیا، اگر اسلام کی طرف سے عائد کردہ پابندیوں کا خیال رکھا جاتا تو ایسا خوشگوار ماحول اور پاکیزہ معاشرہ وجود میں آتا جس میں ہر ایک کو سکون واطمینان کی زندگی نصیب ہوتی، گویا دنیا نمونۂ جنت بن جاتی۔ فسق وفجور اور معاصی وجرائم کی کثرت اور روز افزوں ترقی میں مردوزن کے آزادانہ اختلاط کا بہت حد تک دخل ہے۔ اسلام نے واضح ہدایات کے ذریعہ فواحش ومنکرات اور بے حیائی تک پہنچانے والے تمام راستے حسنِ تدبیر سے مسدود کردیئے۔ بدکاری تک پہنچنے کے لیے سب سے پہلا قدم نگاہِ بد ہے، اسلام نے اولاً اس پر پابندی عائد کردی، ارشادِ خداوندی ہے:

’’قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۔‘‘ (النور:۳۰)

’’ایمان والوں سے کہہ دیجئے! اپنی آنکھیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت رکھیں۔‘‘

’’وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۔‘‘ (النور:۳۱)

’’مومن عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت رکھیں

اور اپنی زیبائش کو ظاہر نہ کریں، مگر جو اس میں سے کھلا رہتا ہے اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں۔‘‘

اگر غضِ بصر پر عمل ہو تو اگلا قدم معصیت کی طرف نہیں اُٹھ سکتا، لیکن غضِ بصر کے باوجود ممکن تھا کہ بے حجابی کی صورت میں اس حکم پر عمل نہ ہو سکے تو اللہ تعالیٰ نے ایک اور آیت میں ارشاد فرمایا:

’’یَا أَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِکَ وَبَنَاتِکَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ۔‘‘ (الاحزاب:۵۹)

یعنی جب کسی ضرورت سے باہر نکلنا پڑے تو چادر سے سر اور چہرہ بھی چھپا لیا جائے۔ حدیث میں آتا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد مسلمان عورتیں، بدن اور چہرہ اس طرح چھپا کر نکلتی تھیں کہ صرف ایک آنکھ دیکھنے کے لیے کھلی رہتی۔ آیتِ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ عورت گھر کی چہار دیواری سے بجز حجاب و پردہ کے قدم باہر نہ نکالے۔ اس کے بعد ممکن تھا کہ حجاب کی صورت میں عورت کے زیورات کی آواز اجنبی مرد کو معصیت کی طرف متوجہ کر دے، اس کا سدِ باب اس طرح کیا گیا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

’’وَلَا یَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِھِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِھِنَّ۔‘‘ (النور:۳۱)

’’اور اپنے پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے۔‘‘

الغرض عورت کی رفتار ایسی نہ ہو جس سے مخفی زیورات کی چھن چھن مریض القلب انسان کو بے قابو بنا دے، بایں ہمہ امکان تھا کہ عورت حجاب میں نرم رفتار سے جا رہی ہے، لیکن اس کی دلکش آواز مرد کو متوجہ کر سکتی ہے، اس کا انسداد بھی اللہ نے فرما دیا، چنانچہ ارشاد ہے:

’’فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۔‘‘ (الاحزاب:۳۲)

’’تو تم (نامحرم مرد سے) بولنے میں (جبکہ ضرورتاً بولنا پڑے) نزاکت مت کرو (ایسا نہ ہو) کہ ایک ایسا شخص جس کے دل میں خرابی ہو کچھ طمع کرنے لگے اور تم قاعدہ (عفت) کے موافق بات کیا کرو۔‘‘

اس آیت میں اگرچہ خطاب ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو ہے، لیکن اُمت کی عورتیں بطریقِ اَولیٰ اس ہدایت کی محتاج ہیں۔ سابقہ آیات پر غور کرنے سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ عورت کی عصمت اور عزت و آبرو کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے کس قدر اہتمام فرمایا، ہر وہ راستہ جس سے عصمت دری کا اندیشہ ہو سکتا تھا، اس کو بند کر کے آخر میں ارشاد فرمایا:

’’وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی إِنَّهٗ کَانَ فَاحِشَةً وَّسَاءَ سَبِیْلًا۔‘‘ (بنی اسرائیل:۳۲)

’’اور تم زنا کے قریب ہی نہ جاؤ، وہ بے حیائی اور برا راستہ ہے۔‘‘

ان واضح ہدایات کے باوجود اگر کوئی بندہ ہواء وہوس کی تمام پابندیوں کو توڑتا ہوا بدکاری کا ارتکاب کرے تو اس کے لیے اسلام نے عبرت ناک سزا مقرر فرمائی، چنانچہ فرمایا:

’’اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ۔‘‘ (النور:۲)

’’زانیہ اور زانی (عورت ومرد) ہر ایک کو سو دُرّے مارو۔‘‘

اسلام نے عورت کو دُرِ مکنون قرار دیا جو ہاتھ لگانے سے میلا ہو جاتا ہے اور ظاہر کرنے سے تو اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے، اسلام نے عورت کے لیے جو صفات بیان کی ہیں، مندرجہ ذیل آیات پر غور کرنے سے ان کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے، جنت کی عورتوں (حورِعین) کے متعلق ارشاد فرمایا:

’’فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ۔‘‘ (الرحمٰن:۵۶)

’’ان میں نیچی نگاہ والیاں ہوں گی کہ ان لوگوں سے پہلے نہ تو کسی آدمی نے اُن پر تصرف کیا اور نہ کسی جن نے۔‘‘

جنت میں معصیت تو کجا تصورِ معصیت بھی نہیں آسکتا تو جب حورِعین جنت میں بجز اپنے شوہروں کے اور کسی کی طرف نگاہ نہیں اُٹھائیں گی، بلکہ ان کی نگاہ صرف اپنے شوہروں تک محدود ہوگی تو اس دنیا میں جہاں قدم قدم پر دعوتِ گناہ موجود ہو کس طرح غیروں کو دیکھنے کی اجازت ہوگی؟ اس سے معلوم ہوا کہ اس عالم شر وفساد میں عورت کے لیے نگاہ پست رکھنا لازم ہے۔ دوسری صفت حورِعین کی یہ بیان فرمائی کہ اس سے قبل کسی جن وانس نے ان کو ہاتھ نہیں لگایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ عورت ایسی عفیفہ پاک دامن ہو کہ شوہر کے علاوہ کسی کا دستِ معصیت اس کے جسم پر نہ لگا ہو، حور کے متعلق ایک اور آیت میں ارشاد فرمایا: ’’حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ۔‘‘، ’’حورِعین خیموں میں محفوظ ہوں گی۔‘‘ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کی خوبی گھر میں رہنے سے ہے۔‘‘

جب جنت جیسے پاکیزہ ماحول میں حوریں اپنے محلات میں ہی رہیں گی، سیر وتفریح نہیں کریں گی، تو کیا یہاں پر عورت کے لیے گھر کی چہار دیواری سے بے حجاب نکل کر بازاروں اور سڑکوں پر دعوتِ نظارہ دینے کی اجازت ہوگی؟! الحاصل ان آیاتِ کریمہ سے عورت کی تین صفات معلوم ہوئیں: ۱- نگاہ پست رکھے، ۲- عفیفہ پاک دامن ہو، ۳- زینتِ خانہ ہو، سڑکوں اور بازاروں میں نہ گھومے اور شیطان کو تانک کا موقع نہ دے۔

اسلام نے جب عورت کو گھر میں رہنے کی تاکید کی تو اس کے لیے معمولاتِ خانہ بھی بتادیئے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

’’وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى وَأَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ

وَأَطِعْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔'' (الاحزاب:۳۳)

''اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم زمانۂ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو اور تم نمازوں کی پابندی کرو اور زکوٰۃ ادا کیا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانو۔''

اسلام سے پہلے عورتیں بے پردہ پھرتیں اور اپنے بدن اور لباس کی زیبائش کا علانیہ مظاہرہ کرتی تھیں، اس بداخلاقی اور بے حیائی کو مقدس اسلام کب برداشت کرسکتا ہے؟! اس نے عورتوں کو گھروں میں رہنے کا حکم دیا۔ آیتِ مذکورہ کا حکم ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے حق میں چونکہ زیادہ تاکید کے لیے تھا، اس لیے خطاب اُن کو کیا گیا، ورنہ تمام عورتیں اس حکم میں داخل ہیں، اس کے بعد ارشاد فرمایا:

''وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ۔'' (الاحزاب:۳۴)

''اور تم ان آیات کو اور اس علم کو یاد رکھو جس کا تمہارے گھروں میں چرچا رہتا ہے۔''

یعنی گھروں کو تلاوتِ کلامِ پاک اور حدیثِ نبوی کے ذکر سے آباد رکھیں۔ سبحان اللہ! کیسی پاکیزہ ہدایات دی جارہی ہیں، اگر ان پر عورت عمل کرے تو گھر اللہ کی رحمت سے معمور ہوگا اور شوہر کو حقیقی سکونِ قلب میسر آئے گا۔

اسلام نے عورت کے تستُّر اور حجاب کے متعلق جو مسائل بیان فرمائے، ان سے بھی یہ حقیقت عیاں ہوجاتی ہے کہ اس عالم کا سکون عورت کو یاقوت و مرجان کی طرح پردہ میں رکھنے سے ہے۔

مسئلہ: ❶ - حج جیسی مقدس ترین عبادت میں محرم مرد کے لیے سر اور چہرہ کھلا رکھنا ضروری قرار دیا گیا اور طواف میں رمل کا حکم بھی موجود ہے، لیکن عورت کے لیے نہ کوئی مستقل لباسِ احرام تجویز کیا گیا، نہ سر کھولنے کی اجازت دی اور نہ رمل کرنے کا حکم دیا، تاکہ عورت کے تستُّر میں فرق نہ آنے پائے۔

مسئلہ: ❷ - نماز میں نیت کرتے وقت مرد کانوں تک ہاتھ اُٹھاتا ہے، لیکن عورت صرف کندھے تک ہاتھ اُٹھاتی ہے اور سجدہ کی حالت میں مرد کے لیے تمام اعضاء کو ایک دوسرے سے جدا رکھنا ضروری ہے، لیکن عورت کے لیے حکم یہ ہے کہ اس طرح زمین کے ساتھ مل جائے کہ جسم کا کوئی حصہ کھلنے نہ پائے۔

جب عبادات میں عورت کے جسم کو اس قدر مستور رکھنے کی تاکید ہے تو غیر عبادات میں پردہ کا اہتمام کرنا اور اعضاء کو نہ کھلنے دینا کس قدر ضروری ہوگا۔

مسئلہ: ❸ - عورت کی میت کو قبر میں اُتارتے وقت بجز محارم کے اور کسی مرد کو وہاں پر کھڑے ہوکر دیکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ مرنے کے بعد عورت کی لاش کو اس قدر پردہ میں رکھا گیا کہ اجنبی مرد کی نگاہ سے محفوظ رہے، تو زندگی میں عورت کے جسم کو چھپانے اور اغیار کی نظروں سے بچانے کی کس قدر اہمیت ہوگی۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

کائنات کا تنہا مالک اللہ ہے!

خطاب: ڈاکٹر مولانا سید احمد یوسف بنوری

''مؤرخہ ۲۹؍رمضان المبارک ۱۴۴۵ھ مطابق ۹؍اپریل ۲۰۲۴ء بروز منگل، اُنتیسویں شب میں جامعہ بنوری ٹاؤن کی مسجد میں تراویح میں ختمِ قرآن ہوا، اس موقع پر نائب رئیسِ جامعہ حضرت مولانا ڈاکٹر سید احمد یوسف بنوری مدظلہ نے اصلاحی خطاب فرمایا، جسے جامعہ کے رفیق شعبہ لائبریری مولانا احمد الطاف نے ریکارڈنگ کی مدد سے تحریری شکل دی ہے، افادۂ عام کے لیے قارئینِ بینات کی نذر ہے۔'' (ادارہ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد المرسلين، وعلى آله وأصحابه أجمعين، أما بعد: فأعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم، بسم الله الرحمٰن الرحيم: ''كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔'' (سورۂ ص:۲۹) وقال رسول الله ﷺ: ''القرآن حجةٌ لك أو عليك، كل الناس يغدو فبائع نفسه، فمعتقها أو موبقها.'' (صحيح مسلم، كتاب الطهارة، ص:١٥، رقم الحديث: ٥٣٤، مطبع: رحمانيه، لاهور)

عزیزانِ گرامی قدر! محترم برادرانِ دین!

بنانے والے نے اس کائنات کو بڑے اہتمام کے ساتھ ایک خاص غرض کے لیے پیدا کیا ہے، جس نے بنایا ہے وہی پورے اہتمام کے ساتھ اس کائنات کے نظام کا نگہبان بن کر اس کائنات کے نظام کو چلا رہا ہے، ایسا نہیں ہے کہ یہ کائنات اتفاق کی کارسازی ہے، مختلف عناصر میں کسی وقت کوئی حادثہ پیدا ہوا اور کائنات نے کوئی رُخ اختیار کرلیا، ہوتے ہوتے یہاں مخلوقات کا تنوُّع ہوا، نہیں! یہ حادثہ کی پیداوار نہیں ہے، اسے بنانے والے نے بڑے اہتمام اور شان کے ساتھ بنایا ہے۔ بنانے والے کے سوا یہاں کوئی معبود نہیں، بنانے

والے کا سا یہاں کوئی حکمراں نہیں، بنانے والے کے سوا یہاں پر کوئی مالک نہیں، بنانے والے کے سوا یہاں کسی کی نہیں چلتی، اس نے بنایا ہے جس کے پاس قدرت کے خزانے ہیں، جس کا علم کامل ہے، جس کی خلقت میں نقص نہیں نکالا جاسکتا:

''فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ، ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ'' (الملک:۳،۴)

''پھر نگاہ ڈال کر دیکھ لے، کہیں تجھ کو کوئی خلل نظر آتا ہے؟ (یعنی بلا تامل تو نے بہت بار دیکھا ہوگا، اب کی بار تأمل سے نگاہ کر)۔ پھر بار بار نگاہ ڈال کر دیکھ! (آخر کار) نگاہ ذلیل اور درماندہ ہو کر تیری طرف لوٹ آئے گی۔'' (ترجمہ بیان القرآن)

جاؤ دیکھو! اس کائنات میں تلاش کرو، میں نے اس کائنات کو اس شان سے بنایا ہے، تمہارے علم میں کمی ہوگی، تمہارا علم بہت بڑھے گا، مگر میری اس کائنات میں نقص نہیں نکل سکے گا، ہزاروں سال پہلے میں نے اُسے ترتیب دیا ہے، یہاں وقت پر سورج نکلتا ہے، وقت پر چاند طلوع ہوتا ہے، رات کا ایک وقت ہے، دن کا ایک وقت ہے، تم اب بہت اِتراتے ہو کہ ہم نے جان لیا ہے، اس کا حساب ہمیں معلوم ہوگیا ہے، تم اس کائنات میں چند ٹکوں کی چیزوں کا نظم بناتے ہو، روز خلل پیدا ہوتا ہے، روز نقص کا مظاہرہ ہوتا ہے، جو میں نے بنایا ہے اس کے اندر کمی نظر نہیں آتی اور پھر اللہ فرماتے ہیں: میں نے صرف بنایا نہیں ہے، چلا بھی میں ہی رہا ہوں۔ ''اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ'' ایسا نہیں ہے کہ کسی گھڑی ساز نے گھڑی بنادی اور اب نظام کے تحت آٹو میٹک چل رہی ہے، نہیں! نہیں! اس کائنات میں ''اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ'' گھات لگا کر بیٹھا ہوا ہوں، دیکھ رہا ہوں، مخلوقات کا جائزہ لے رہا ہوں۔

عزیزانِ گرامی! بس حجاب یہ چیزیں بن گئی ہیں کہ اس نے اپنا کچھ اختیار اپنی دو مخلوقات کو دے دیا: ایک کا نام انسان ہے اور دوسرے کا نام جن، جنوں کو اللہ نے پردے میں رکھا ہے، نظر نہیں آتے، بہ طور مخلوق کے قرآن کریم کی روشنی میں ہمارا اس پر اعتقاد ہے کہ جنات اس کائنات میں موجود ہیں۔ یہ انسان ہے جس کی رزم گاہ اور تماشا ہم دیکھتے رہتے ہیں، اس انسان کو اللہ نے تھوڑا سا اختیار دیا ہے۔ اختیار کو سمجھنا ہو تو نبوت اور مشکاۃِ نبوت سے مستفید جلیل القدر صحابیِ رسول شیرِ خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس سے زیادہ واضح بات سمجھانے کے لیے کوئی اور مل نہیں سکتی، ان سے کسی نے پوچھا: انسان بااختیار ہے یا مجبور ہے؟ انہوں نے فرمایا: کھڑے ہو جاؤ، کھڑا ہو گیا، کہا: اب اپنی ایک ٹانگ اُٹھاؤ، اس نے آرام سے اُٹھالی، کہا: اب اس کو نیچے رکھے بغیر دوسری بھی اُٹھاؤ، اس نے کہا: نہیں اُٹھا سکتا، کہا: یہ اختیار ہے اور یہ پابندی۔ اس کو اتنا اختیار دے دیا ہے، یہ اس کی تخلیق

میں حصہ بن گیا ہے، شادی کر لیتا ہے، اسباب کے نظام کا جب حصہ بن جاتا ہے، وہ چاہتا ہے:

''يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ۭ'' (الشوریٰ:۴۹،۵۰)

''جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹا عطا فرماتا ہے، یا ان کو جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی، اور جس کو چاہے بے اولاد رکھتا ہے۔'' (ترجمہ بیان القرآن)

یعنی کچھ کو اولاد دے دیا کرتا ہے اور کچھ کو نہیں دیتا، کچھ کو نرینہ اولاد دیتا ہے، ذکور میں سے حصہ دیتا ہے، کچھ کو اللہ تعالیٰ بیٹیاں عطا کر دیتا ہے، تو انسان کو زعم ہونے لگتا ہے کہ میں بھی تخلیق کے اندر حصہ دار ہوں، یہ بچہ گویا میری تخلیق کا کارنامہ ہے۔ تھوڑا سا اختیار دے دیا ہے، اس تھوڑے سے اختیار سے پہلے زمین میں کاشت کرتا تھا، پھر تجارت کا ذوق پیدا ہو گیا، اب تھوڑا سا اِترانے لگا ہے تو ہواؤں میں اُڑتا ہوا نظر آرہا ہے، تو خیال یہ ہے کہ اب یہاں پر میری حکمرانی ہوگی، کچھ گروہ منظم ہو گئے ہیں، کچھ ریاستیں بن گئیں ہیں، کچھ کو اللہ نے حکمرانی دے دی ہے، تو ہمیں نظر آتا ہے کہ کہیں ہٹلر پیدا ہوتا ہے، کہیں فرعون پیدا ہوتا ہے، کہیں نمرود پیدا ہوتا ہے، یہ معمولی اختیار کے نتیجہ میں انسان کا دماغ خراب ہو جاتا ہے، مگر اللہ فرماتے ہیں: اس کائنات کو میں نے تمہارے سپرد نہیں کر دیا، میں جب چاہتا ہوں، حکمرانوں کی حکمرانی کو نیست و نابود کر کے رکھ دیتا ہوں۔ میں جب چاہتا ہوں طاقت کا توازن تبدیل کر کے رکھ دیتا ہوں۔ میں جب چاہتا ہوں لوگوں کے ہاتھوں سے حکومت لیتا ہوں اور دوسروں کو دے دیتا ہوں۔ وہ اپنے جلال پر آتا ہے تو قرآن کہتا ہے:

''فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ'' (العنکبوت:۴۰)

''تو ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ کی سزا میں پکڑ لیا۔'' (ترجمہ بیان القرآن)

یعنی میں پکڑنے پر آیا تو ہر ایک کو اس کے گناہوں کے بدلہ میں پکڑ لیا۔

''فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ'' (العنکبوت:۴۰)

''سو ان میں بعضوں پر ہم نے تند ہوا بھیجی۔'' (ترجمہ بیان القرآن)

یہ جو ہوا ہے جس کے نتیجے میں تم سانس لیتے ہو، میرے حکم کی پابند ہے، میں اس کو اشارہ کرتا ہوں، یہ طوفان میں بدل جاتی ہے اور لوگوں کو ان کے مسکنوں میں پناہ نہیں ملتی، ثمود جیسی مضبوط قوم تھی، پہاڑ تراش کر وہاں پر مسکن بناتے تھے، جب اللہ کا حکم آیا، آواز آئی تو وہ وہیں اندر کے اندر مر گئے۔ کبھی قرآن کو پڑھیں نا، ابھی حضرت قاری صاحب نے پورے اہتمام سے پڑھایا، یہ قرآن کی شان ہے کہ بغیر پڑھے بھی روحوں کو سکون دیتا رہے اور چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کے سینوں میں اُتر جاتا ہے، لیکن یہ آپ حضرات جو دنیا کے

اعتبار سے اتنے تعلیم یافتہ ہیں، ذرا قرآن کو کھول کر تو دیکھئے! کیسے کیسے قوموں کا تذکرہ کرتا ہے اور دیکھیں! بتائیں! یہ کوئی انسانی کلام ہوسکتا ہے؟ یہ ایک ایسا شان دار کلام تھا کہ جب یہ اپنے عروج پر جنہیں سمجھ میں آرہا تھا، اُن سے ان کی شاعری چھِن گئی، عربوں کو اپنی زبان پر فخر اور ناز تھا، وہ ہر سال اپنی زبان کے لیے قصیدوں کا مقابلہ کیا کرتے تھے کہ کون بہتر قصیدہ کہے گا؟ اس کو ہماری علمی تاریخ میں معلقات کی روایت کہا جاتا ہے، جو قصیدہ اعلیٰ ترین بن جایا کرتا تھا، اس کو سونے کے پانی سے لکھ کر خانہ کعبہ میں لٹکا دیا جاتا تھا، ایسے سات قصیدے ہیں۔ The Seven Hanging Odes کے نام سے انگریزی میں ترجمہ ملتا ہے (ان اشعار کا انگریزی میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے) یہ شاعری صدیوں سے پڑھی اور پڑھائی جارہی ہے، ماقبل اسلام کی شاعری ہے، کل ملا کر سات شاعر ہیں، ان میں سے ایک شاعر ''لبید'' تھا، چوتھے نمبر پر اس کا قصیدہ ہے:

عفت الديار محلها فمقامها بمنى تأبّد غولُها فرِجامها

(المعلقات السبع، المعلقة الرابعة، ص:۸۹، سنة الطباعة ۲۰۱۹ء، مطبع: البشرى)

یہ وہ شاعر ہے جس کو آپ ﷺ کا زمانہ ملا اور اس نے قرآن اُترتا دیکھ لیا، لبید کا قصیدہ بھی ان قصیدوں میں سے ہے جس کا انتخاب کر کے سونے کے پانی سے لکھ کر لٹکایا گیا تھا۔ قرآن نازل ہوا، الطاف حسین حالی مرحوم (۱۸۳۷ء-۱۹۱۴ء) نے شعر کہا ہے نا کہ:

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی
عرب کی زمین جس نے ساری ہلادی

(مسدس حالی، ص:۱۷، مطبع: تاج کمپنی، لاہور)

ایسا قادر الکلام شاعر جس نے چیلنج کر کے کلام کہا ہو، مقابلہ جیتا ہو، خانہ کعبہ (جو اس زمانے میں بھی ان کے ہاں مسلم اور محترم جگہ تھی) پر اس کا کلام لٹکا دیا ہو، ایسے شاعر کی زبان گنگ ہوگئی، کسی نے پوچھا کہ لبید! اب شاعری نہیں کرتے؟ اب شعر کہنا چھوڑ دیئے؟ جواب دیا کہ: ''أ بعد زَهراوَین؟'' یعنی سورۂ بقرہ اور سورۂ آلِ عمران کے بعد بھی شاعری کی جاسکتی ہے؟!

ایک اور قصہ اس کے بارے میں لکھا ہے، دلچسپ ہے، تاریخی قصے ہیں، تاریخی قصے جس طرح ثابت ہوتے ہیں اسی طرح یہ ثابت ہے، کسی آدمی نے اس کا امتحان لیا اور کہا کہ بڑے قادر الکلام شاعر ہو، میں نے تین مصرعوں کا ایک شعر کہا ہے، چوتھا بن نہیں رہا، (ہماری اردو میں بھی صنفِ رباعی ہے) چوتھا مصرعہ کہہ دو تو (رباعی) مکمل ہو جائے گی، لبید نے کہا کہ کونسے مصرعے ہیں؟ تو اس نے لبید کو سورۃ الکوثر سنادی:

''اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ○ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ○ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ○'' (الکوثر:۱-۳)

ترجمہ: ’’بیشک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ہے۔ سو (ان نعمتوں کے شکریہ میں) آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھیے اور قربانی کیجیے۔ بالیقین آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے۔‘‘ (بیان القرآن)

آپ حضرات کو معلوم ہوگا کہ شاعری میں آخر کے اندر ایک آہنگ پیدا ہوتا ہے، جیسے: ’’الْكَوْثَرَ، وَانْحَرْ، اَبْتَرُ‘‘۔ کہنے والے نے کہا کہ: یہ تین شعر کہے ہیں اور چوتھا ہو نہیں رہا، کوشش کرو چوتھا بنا دو۔ لبید نے یہ تین مصرعے سنے اور غور وفکر میں پڑ گیا، بعض روایات میں ہے کہ کسی غار میں چلا گیا، غور وفکر کے لیے وقت مانگ لیا، غور کرتا رہا، کیا کرے، کچھ سمجھ میں نہیں آتا، چوتھا مصرعہ کیا کہوں؟! اس سے صرف یہی کہا جا سکا کہ: ’’مَا هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ‘‘ یعنی یہ انسان کا کلام نہیں ہوسکتا، یہ شاعری نہیں ہے، تم نے مجھے غلط بات کہی۔

عزیزانِ گرامی! قرآن کریم کو کبھی کھول کر پڑھئے، وہ بتاتا ہے کہ قوموں کو نشہ چڑھ جاتا ہے، دماغ میں تکبر آ جاتا ہے، ایسے بدبخت ہوتے ہیں جن کو مال اللہ دیتا ہے، وہ اس زعم کا شکار ہو جاتے ہیں کہ یہ مال ہم نے خود کمایا ہے۔ قرآن قصہ سناتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بھی اس طرح کا ایک دیوانہ تھا، مال کا زعم تھا، قرآن کہتا ہے کہ: مال اتنا تھا کہ اس کے خزانوں کی صرف چابیاں اونٹوں پر لادی چلی جاتی تھیں:

’’لَتَنُوْٓأُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ‘‘ (القصص:۷۶)

’’کہ اُن کی کنجیاں کئی کئی زورآور شخصوں کو گرانبار کر دیتی تھیں۔‘‘ (ترجمہ بیان القرآن)

پیغمبروں نے کہا: اس مال پر اتنا نہ اتراؤ، دینے والے نے دیا ہے، دینے والا آزمائش کی بنا پر دیتا ہے:

’’وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ‘‘ (الشوریٰ:۲۷)

’’اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کے لیے روزی فراخ کر دیتا تو وہ دنیا میں شرارت کرنے لگتے، لیکن جتنا رزق چاہتا ہے انداز (مناسب) سے (ہر ایک کے لیے) اُتارتا ہے۔ وہ اپنے بندوں (کے مصالح) کو جاننے والا (اور اُن کا حال) دیکھنے والا ہے۔‘‘ (ترجمہ بیان القرآن)

یہ دھوکے میں نہ پڑو کہ تم نے دکان کھولی اور تم اپنے زور پر کما رہے ہو، تم نے فیکٹری بنائی ہے، تم اپنے زور پر بنا رہے ہو، تمہیں کوئی اللہ نے خاص دماغی صلاحیت دی ہے، اس پر اِتراؤ مت:

’’لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ‘‘ (القصص:۷۶)

’’(اس مال وحشمت پر) اِترا مت، واقعی اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔‘‘

یعنی اللہ اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اس نے کہا: نہیں:

’’قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ‘‘ (القصص:۷۸)

’’قارون یہ سن کر کہنے لگا: مجھ کو تو یہ سب کچھ میری ذاتی ہنرمندی سے ملا ہے۔‘‘

یعنی یہ مجھے کسی نے دیا نہیں، یہ مجھے میرے علم سے ملا ہے، یہ میری دانش سے ملا ہے، یہ زعم ہے جو انسان کو اس کائنات میں مار رہا ہے، یہ خیال ہے لوگوں کو جو دیوانہ کیے جارہا ہے، مایوس بھی اس وجہ سے ہورہے ہیں، تکبر میں اس وجہ سے مبتلا ہورہے ہیں۔ جن سے دنیا کی کچھ چیزیں چھن جاتی ہیں، دیوانے ہوئے پھر رہے ہیں، خودکشیوں کی نوبت آرہی ہے، بھائی بھائی کے گریبان پر ہاتھ ڈال رہا ہے، وہ باپ جس نے ساری زندگی کھلایا، جائیداد کے لیے اس باپ کی داڑھی پر ہاتھ ڈالا جارہا ہے، خیال یہ ہے کہ یہ مال نہیں ملے گا تو کیا ہوگا؟! گویا یہ دنیا تو بے راعی کا گلہ ہے، چلانے والا تو چلا نہیں رہا، کوئی ہمیں دیکھ نہیں رہا، مرضی ہے، یہ نہیں ملا تو کیا ہوگا؟! بوڑھے والد کی داڑھی پر ہاتھ ڈالا جارہا ہے، ماؤں کو دھکے دیے جارہے ہیں، خون سفید ہورہا ہے، بھائی بھائی کا نہیں ہورہا، زعم ہے، خیال ہے، یہ ٹکا نہیں ملے گا تو کیسے گزارا کروں گا؟! یہ زمین کا ٹکڑا میرے ہاتھ میں نہیں تو میں کیسے جی پاؤں گا؟! اور جن کے پاس دنیا ہے وہ طاقت کے فرعون بنے ہوئے ہیں، جس کو دیکھ کر اُن کے دماغ پر یہ بھوت سوار ہے کہ میرے پاس طاقت ہے، طاقت کے نشہ میں ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ‘‘ (القصص:۸۱)

’’ پھر ہم نے اس قارون کو اور اس کے محل سرا کو زمین میں دھنسا دیا۔‘‘ (ترجمہ بیان القرآن)

یعنی ہم نے اس کو دھنسا دیا، زمین کے اندر دھنسا دیا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ وہ قیامت تک دھنستا رہے گا۔

قرآن کا پیغام یہ ہے: ’’تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ‘‘ (الواقعۃ:۸۰) یعنی ’’یہ رب العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔‘‘ وہ اپنے بارے میں کہتا ہے: وہ (قرآن) مفکر کی فکر کی کارستانی نہیں، شاعر کی شاعری نہیں، سوچ بچار کا حاصل نہیں، یہ آں سوئے افلاک سے اُتر کر انسانوں کو اللہ کا پیغام دے رہا ہے: انسانو! میں نے تمہیں اس کائنات میں ایک خاص غرض کے لیے پیدا کیا ہے، میں اپنی غرض کا حساب لوں گا:

’’اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ‘‘ (المومنون:۱۱۵)

’’ہاں! تو کیا تم نے یہ خیال کیا تھا کہ ہم نے تم کو یونہی مہمل (خالی از حکمت) پیدا کر دیا ہے اور یہ خیال کیا تھا) کہ تم ہمارے پاس نہیں لائے جاؤ گے؟!۔‘‘ (ترجمہ بیان القرآن)

اتنے سادے ہوگئے، دنیا کی رنگینی اتنی دیوانہ کر گئی، کھانے میں تھوڑی سی دیر ہوجائے، وقت پر چیز نہ ملے تو ساری زندگی کی رفاقت کا خیال ختم ہوجاتا ہے۔ کمائی ہوئی گاڑی پر اسکریچ پڑ جائے آدمی گاڑی سے نہیں اُترتا، لگتا ہے کوئی جانور گاڑی سے اُتر گیا ہے۔ حکمرانوں کو خیال ہے کہ ہمیں حکمرانی ملی ہے، یہ کوئی خدائی

استحقاق ہے، خاندانی حکمران ہیں، باپ بھی حکمران تھے، دادا بھی حکمران تھے۔ نہیں، نہیں! جس کو یہاں جو ملا ہے، آزمائش کے لیے ملا ہے:

’’اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا‘‘ (الکہف:۷)

’’ہم نے زمین پر کی چیزوں کو اس کے لیے باعثِ رونق بنایا، تاکہ ہم لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں زیادہ اچھا عمل کون کرتا ہے۔‘‘ (ترجمہ بیان القرآن)

ہم انہیں آزمار ہے ہیں، ہم انہیں دیکھ رہے ہیں، انسان کے اندر یہ احساس پیدا نہیں ہو رہا۔ عزیزانِ گرامی! ہماری کوئی چیز حل نہیں ہو پائے گی، ہماری ڈگریاں ہمیں نجات نہیں دے پائیں گی، ہمارا مال ہمیں نجات نہیں دے پائے گا، ہمارے تعلقات ہمیں نجات نہیں دے پائیں گے، یہ اولاد کام نہیں آئے گی، اولاد اُن کے پاس بھی تھی جو حضور ﷺ کے مقابلے میں کھڑے ہوئے تھے: ’’وَبَنِيْنَ شُهُوْدًا‘‘ (المدثر:۱۳) حضور ﷺ کے بعض مخالفین کے بارے میں آتا ہے کہ ان کے بارہ بیٹے تھے، آپ لوگ اندازہ لگائیں عربوں کے معاشرے میں باپ بیٹھا ہوا ہے اور ان کے سامنے یوں بارہ جوان بیٹے چار پایوں پر بیٹھے ہوئے ہیں، کوئی آدمی جرأت کر کے بات نہیں کر سکتا تھا، اور مقابلے میں آمنہ کا لعل (ﷺ) تھا جس کے نام سے لوگوں کو آج اولادیں ملتی ہیں: ’’هو الحبيب الذي ترجى شفاعته‘‘ خیال یہ تھا یہ قصہ ختم ہو جائے گا، حضور ﷺ کا کوئی تذکرہ بھی نہیں ہوگا، ان کی تو اولاد نہیں ہے، اللہ نے فرمایا: نہیں، نہیں، تمہارے دشمن ہار جائیں گے، ان اولادوں والوں کی اولادوں کے نام لینے والا کوئی نہیں ہوگا۔ یہی عرب کی بستی ہے، یہ عرب کے لوگ ہیں، قریش سے سلسلۂ نسب بھی ثابت ہے، کوئی آدمی نہیں ملتا جو یہ کہے: میرے خاندان میں ابوجہل گزرا تھا، کوئی نہیں ملتا جو یہ کہے کہ: ولید گزرا تھا، عرب ہیں اور عربوں کو فخر ہے، وہ خاندان نہیں رہے۔

عزیزانِ گرامی! یہ دنیا بے راعی کا گلہ نہیں ہے، وہ اپنے فیصلے کس شان سے کرتا ہے، کس کو کیا چیز دے کر آزماتا ہے، کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ فرعونوں کی فرعونیت، نمرودوں کی نمرودیت کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ یہ آزمائش ہوتی ہے اہلِ علم کے لیے، اہلِ ایمان کے لیے کہ وہ کھڑے کس طرح ہوتے ہیں، یہ بھی کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ حضور ﷺ کا اپنا نواسہ جس کو حضور ﷺ مسجد نبوی میں ساتھ لاتے تھے، خطبہ میں ایک بار دیکھا حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے، خطبہ چھوڑ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو لے کر کھڑے ہو گئے، اُس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا لاشہ کٹا، یہ وقت بھی آیا۔ آج کچھ لوگوں کا زعم ہے، وہ طاقت کے نشہ میں سرشار ہیں، غزہ کے مسلمانوں پر لوہے اور بارود کی بارش برسا رہے ہیں، یہ تھوڑی دیر کا زعم ہے، اہلِ نظر اس موقع پر بھی دیکھ رہے ہیں کہ طاقتیں برہنہ ہو گئیں، حقوقِ انسانی کے علمبردار رُسوا ہو گئے، حقوق کی بات کرنے والے بات کرنے کے قابل نہیں رہے، قرآن سچا

ہو گیا، لوگ منہ چڑاتے تھے کہ قرآن کہتا ہے:

''ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْۤا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ۔'' (آل عمران:۱۱۲)

''جمادی گئی اُن پر بے قدری جہاں کہیں بھی پائے جاویں گے، مگر ہاں ایک تو ایسے ذریعہ کے سبب جو اللہ کی طرف سے ہے اور ایک ایسے ذریعہ سے جو آدمیوں کی طرف سے ہے اور مستحق ہو گئے غضبِ الٰہی کے۔'' (ترجمہ بیان القرآن)

یعنی کہ یہودیوں پر اللہ کی مار ہے۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ مولوی صاحب! آپ کہتے ہیں کہ: اللہ فرماتا ہے: ''یہودیوں پر اللہ کی مار ہے۔'' نوبل پرائز کی لسٹ اُٹھاؤ تو اس صدی کے اندر یہودیوں کے نوبل پرائز سب سے زیادہ ہیں، انہوں نے ہمیں یہ چیز بنا کر دی ہے، یہ چیز ایجاد کر کے دی ہے۔ بتایا: یہ دنیا ہے:

''يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا'' (الروم:۷)

''یہ لوگ صرف دنیوی زندگی کے ظاہر کو جانتے ہیں اور یہ لوگ آخرت سے بے خبر ہیں۔'' (بیان القرآن)

یہ دنیا کی چند چیزوں کے بارے میں جانتے ہیں، یہ غلیظ قوم ہے، یہ بدبخت قوم ہے، اس پر اللہ کی مار ہے۔ قرآن نے سچائی بتائی، اُن کو عزت نہیں مل سکتی اور اہلِ غزہ نے بتایا جو حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ: جو ایک مرتبہ کہتا ہے:

''رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ (ﷺ) نَبِيًّا.'' (ابوداؤد، ترمذی)

''اے اللہ! میں راضی ہوں کہ آپ ہمارے رب ہیں، میں راضی ہوں کہ محمد ﷺ میرے نبی ہیں، اسلام میرا دین ہے، وہ ایمان کا ذائقہ چکھ لیتا ہے۔''

کیسا ایمان کا ذائقہ چکھتے ہیں؟ وہ آزاد ہیں اور پوری دنیا قیدی بنی ہوئی ہے، وہ بے گھر ہو کر بھی بے خوف جی رہے ہیں اور لوگ گھروں کے اندر بیٹھ کر بھی ڈر رہے ہیں، کسی حکمران نے کچھ کہہ دیا تو کہیں ہمارا ناطقہ بند نہ ہو جائے، پٹرول اور دولت لے کر بھی چہرے نحوست میں مبتلا ہیں، غیرت اور شرم ختم ہو گئی اور اُن لوگوں نے اللہ اور رسول کا نام لیا، ثابت قدمی سے جمے ہوئے ہیں۔

عزیزانِ گرامی! قرآن اور اسلام کا پیغام یہ ہے، رمضان نے آپ کو اس کی مشق کروائی، اس تربیت سے گزارا کہ بھوک، پیاس کے ساتھ اللہ کی یاد کے ساتھ کیسے جیا جا سکتا ہے؟! کیسے نیند قربان کر کے بھی نیند کا مزہ لیا جا سکتا ہے؟! اللہ کی یاد میں بے خوابی کا سکون نیند کی راحت سے بڑھ کر ہے، اگر وہ بے خوابی اللہ کی یاد کے ساتھ اور بھوک پیاس کے ساتھ ہو۔

یہ پیغام ہے جو اللہ دیتے ہیں، یہ پیغام ہے جو اہل اللہ نے دیا، اور اب یہ مسجدیں اور مدارس یہ کام کررہے ہیں، یہ اپنی پوری تاریخ رکھے ہوئے ہیں۔ تفصیلات کے بتانے کا موقع نہیں ہے۔ ہم تو اپنے ظاہری لوگوں سے بھی واقف نہیں ہیں۔ آپ کو ان امام صاحب کی گفتگو اور حرارتِ ایمانی کے پیچھے ان کے آباء کی تاریخ نہیں معلوم، یہ سید احمد شہیدؒ کے خاندان کے لوگ ہیں، جنہوں نے آج سے ڈیڑھ سو سال پہلے جہاد پر بیعت کی اور لوگوں کو تیار کیا، ہم تو ان محسنین کو نہیں جانتے، آپ کو آج بھی نہیں اندازہ ہوسکتا اور بہت سی تفصیلات بتانے کا موقع نہیں ہے کہ اس وقت ساؤتھ افریقہ نے جو غزہ اور اہلِ غزہ کا مقدمہ لڑا ہے، چاہے وہ کسی بھی درجے میں ہے، اسرائیل کی ذلت کا سبب بنا ہے اور عالمی عدالتوں میں کیس درج کیا ہے، اس کے پیچھے بھی اس جامعہ کے فاضلین موجود ہیں۔ تفصیلات بتائی نہیں جاسکتیں، لوگوں کے علاج معالجہ سے لے کر اور ہمارے حضرت قاری صاحب جیسے قاریوں کی تیاری تک یہ مدارس کام کررہے ہیں، یہ آپ کے ایمان کے مرکز اور حفاظت کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں اور یہ لوگوں کو لے لے کر آتے ہیں اور تربیت کرتے ہیں اور ہمارا معاملہ یہ ہے چند قدم یہاں سے وہاں جانا پڑ جائے تو گھبراہٹ شروع ہوجاتی ہے، تکلیفیں شروع ہوجاتی ہیں۔

یہ مدارس کیا کررہے ہیں! یہ ہمیں معلوم ہے۔ آپ کیا کررہے ہیں؟! آپ غور کیجئے۔ آپ نے اپنی جوانی اس دین کے لیے وقف کی ہے؟! آپ نے اپنے مال میں سے حصہ نکالا ہے اس کے لیے؟! آپ نے اپنے بچوں اور اولاد کی تربیت کا سوچ لیا ہے؟! آپ نے ان لوگوں کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کا فیصلہ کرلیا ہے؟! اب بات ختم کرتا ہوں۔ یہ پیغام اللہ کی دعوت ہے، وہ مستغنی ذات ہے، آپ ﷺ سے کسی نے پوچھا تھا کہ ماں اپنے بچے کو جہنم میں ڈال سکتی ہے؟ اور اللہ کے بارے میں آپ کہتے ہیں: وہ رحیم ہے، وہ کریم ہے، وہ جہنم میں کیسے ڈالے گا؟ حضور ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آگئے، حضور ﷺ نے فرمایا: میری مثال تو ایسی ہے کہ کسی آدمی نے صحراء میں آگ جلائی ہو اور پرندے پتنگے اس آگ پر گررہے ہوں اور وہ آگ سے دور بھگا رہا ہو، میں تو تمہیں پکڑ پکڑ کر اس جہنم کی آگ سے بچانا چاہتا ہوں، تم جارہے ہو، یہ تمہارا نصیب ہے۔

یہ رمضان کا مہینہ گزر جائے گا۔ عزیزانِ گرامی! ہم نے اپنی زندگی کا فیصلہ نہیں کیا تو یہ زندگی واپس نہیں آئے گی، آج فیصلہ کرلیجئے، آج فیصلہ کرکے اُٹھیے، آج امام صاحب کی دعا میں اپنا دل اللہ کو دے کر اُٹھیے۔ گزر جاتی ہے زندگی، بھوک کے ساتھ بھی گزر جاتی ہے، تھوڑے کے ساتھ بھی گزر جاتی ہے، ہمت پیدا کیجئے، آج فیصلہ کرکے اُٹھیں یا اللہ! بہت ہوگئی، اب تیری مانیں گے اور تجھ سے ہی مانگیں گے۔

و آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين!

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

سنت بحیثیت مستقل مصدر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی نظر میں

مولانا محمد نعمان خلیل
فاضل جامعہ

شرعی احکامات کے لیے قرآنِ کریم کے بعد ''سنتِ نبویہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام)'' ماخذِ ثانی کے طور پر جانی جاتی ہے، لیکن یہ ثانوی حیثیت اس کی علمی، ثبوتی اور قطعی پہلو سے ہے، جبکہ اپنے وجود، تعامل اور عمل کے اعتبار سے سنت' اسلامی احکامات کا ماخذِ اول ہے، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول وفعل چاہے اس کا صدور جس حال میں بھی ہوا ہو، غصے میں ہو، یا خوشی کے عالم میں، نرمی کی صورت میں ہو، یا سخت لب ولہجہ کے ساتھ، گھر میں نجی طور پر ہو، یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ کھلے معاشرے میں، غیر مسلموں کے ساتھ معاہداتی تعلقات ہوں، یا دشمنانِ اسلام کے ساتھ میدانِ جہاد میں شمشیر زنی کا معاملہ، حتیٰ کہ نیند کی حالت میں واردخواب بھی وحی کے زمرے میں آتے ہیں۔ ابتدا ہی سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ سے شرعی احکامات کی تعلیم لیتے، اور عمل کرتے تھے، بعدازاں قرآن کریم کا نزول اس عملی زندگی میں یا تو نئے احکامات کے اجراء کے لیے ہوتا تھا، یا گزشتہ جاری شدہ سنت کی توثیق اور دائمی طور پر عمل پیرا رہنے کا عندیہ دینے کے لیے، چنانچہ ایسے بہت سے شرعی احکامات ہیں جن پر عمل پہلے ہوا، اور مسلسل کافی عرصہ تک ہوتا رہا، اس کے بعد قرآن کریم کی کسی آیت میں وہ حکم توثیق کے لیے بیان کیا گیا، جیسے: آیتِ وضو سورۃ المائدہ میں ہے، اور یہ سورت' نزول کے اعتبار سے آخری سورتوں میں سے ہے، جبکہ وضو کا عمل نماز کی فرضیت کی ابتدا سے سنت طریقہ کے مطابق چلا آرہا تھا، یہ اس کے ماخذِ اول ہونے کی حیثیت ہے۔ (۱)

سنتِ نبویہ جس طرح اپنے وجود اور عمل کے اعتبار سے ماخذِ اول ہے، اسی طرح وہ شرعی احکامات اور اسلامی تعلیمات کے لیے مستقل مصدر اور ماخذ کی حیثیت بھی رکھتی ہے۔ مستقل مصدر سے مراد یہ ہے کہ بہت سی دینی تعلیمات اور احکامات ایسے بھی ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں بظاہر صراحتاً کہیں بھی نہیں ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۲۰۴ھ) نے اپنی کتاب ''الرسالۃ'' میں سنت کی تین قسمیں ذکر کی ہیں:

''❶- جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اُتارا، وہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔

❷- اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو مجمل بیان کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفصیل فرمادی۔

❸- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی سنت بیان فرمائی جس کے متعلق قرآن میں کوئی نص موجود نہیں۔''(۲)

اسی طرح حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ (۷۵۱ھ) نے ''إعلام الموقعین'' میں سنت کا کتاب اللہ کے ساتھ تین قسم کا تعلق اور ربط بیان کیا ہے:

''①- سنت مکمل طور پر قرآن کے موافق ہو۔

②- سنت' قرآن کریم کے لیے بطورِ تفسیر ہو۔

③- سنت ایسے حکم کو ثابت کرے جس کے متعلق قرآن ساکت ہے، یا ایسی چیز کی ممانعت کرے جس کا قرآن میں کوئی تذکرہ نہیں۔''(۳)

اس سے کسی کے ذہن میں یہ خیال نہ آئے کہ سنت کو مستقل مصدر ماننے سے اسے قرآن پر مقدم کرنا اور برتری دینا لازم آتا ہے، اس کی وضاحت ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی ملاحظہ فرمائیے:

''مذکورہ صورتوں میں سے کوئی صورت' قرآن کریم کے مخالف نہیں۔ جو احکامات' قرآن سے زائد ہیں، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے مشروع کردہ ہیں، ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنا واجب، اور نافرمانی حرام ہے۔ یہ سنت کو قرآن پر مقدم کرنے کے زمرے میں نہیں آتا، بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی فرمانبرداری ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اگر اس قسم کے احکامات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واجب نہ ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا کوئی معنی نہیں رہ جاتا، اور خصوصی اطاعت ختم ہوجاتی ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت صرف ان احکامات میں منحصر ہوجائے جو قرآن کریم کے موافق ہیں اور جو زائد احکام ہیں ان میں اطاعت واجب نہ ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص فرمانبرداری نہیں ہوسکتی، جبکہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ''مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ'' (النساء:۸۰) کہ ''جس نے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کی، بلاشبہ اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔''

بعد ازاں علامہ موصوف نے بیسیوں مسائل ایسے شمار کروائے ہیں، جن کا تذکرہ قرآنِ کریم میں نہیں ہے، اور احادیثِ مبارکہ کی بنا پر ان پر تعامل جاری ہے، جیسے: نکاح میں عورت اور اس کی خالہ یا پھوپھی کو جمع کرنے کی ممانعت، رضاعت سے حرمت کا ثبوت، خیارِ شرط کا مسئلہ اور شفعہ کے مسائل وغیرہ۔(۴)

سنت کے مستقل مصدر کا دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ سنت کو اصل بنا کر اس سے مسائل مستنبط کیے

جا سکتے ہیں۔ فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کا منہج اس کی کھلی اور روشن دلیل ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آخری دور میں ایسی ذہنیت کے کچھ لوگ پیدا ہو گئے تھے، جن کا خیال تھا کہ شرعی حکم کا ماخذ صرف اور صرف قرآن کریم ہے، اور وہ سنت کو اس کے شایانِ شان مقام و مرتبہ دینے سے گریز کرتے، اور مستقل ماخذ ہونے پر شاکی تھے، یا کم فہمی کی وجہ سے وہ ایسا سمجھ بیٹھے تھے۔ کتبِ احادیث میں ایسے لوگوں کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ گفتگو اور سوال و جواب منقول ہیں، جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انہیں بڑی عقلمندی اور دانشمندی پر مبنی جوابات دیتے ہیں، ان مکالمات میں ایک بڑا مکالمہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا ہے، جو بصرہ کی جامع مسجد میں ہوا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا مکالمہ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا مکالمہ کئی محدثین کرام نے مختلف سندوں کے ساتھ اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے اور یہ مکالمہ الفاظ کے جزوی اختلاف کے ساتھ منتشر ٹکڑوں میں بکھرا ہوا ہے۔ محدثین کی عام عادت رہی ہے کہ وہ بعض مقامات پر اختصار کی غرض سے طویل احادیث بیان کرنے کی بجائے مقصودی بات بیان کر دیتے ہیں، اور باقی کی طرف اشارہ فرما دیتے ہیں۔ یہاں پر بھی یہی مقصد ان محدثین کے پیشِ نظر رہا۔ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''المعجم الکبیر'' میں، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ''دلائل النبوۃ'' میں، اور امام مزی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تھذیب الکمال'' میں اپنی سندِ عالی کے ساتھ قدرے تفصیل سے بیان فرمایا ہے، یہاں ''المعجم الکبیر'' کی عبارت سامنے رکھ کر ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:

''حبیب بن فضالہ مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: جب (بصرہ کی) یہ جامع مسجد تعمیر ہوئی، تو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے، اور (اِردگرد بیٹھے لوگ) شفاعت کا ذکر کر رہے تھے، ان میں سے ایک شخص نے کہا: اے ابونجید! آپ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) ایسی احادیث بیان کرتے ہو جن کی اصل ہم قرآنِ کریم میں نہیں پاتے، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے ناراضی کا اظہار فرمایا، اور اس سے دریافت کیا: کیا تم نے قرآن پڑھا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے اس میں پایا کہ مغرب کی تین رکعات، عشاء کی چار رکعات، فجر کی دو رکعات، ظہر اور عصر کی چار رکعات ہیں؟ اس نے کہا: نہیں۔

آپؓ نے فرمایا: تو تم نے یہ چیزیں کس سے لیں؟ کیا ہم سے نہیں لیں؟ اور بلاشبہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لی ہیں، اور کیا تمہاری نظر سے قرآنِ پاک میں یہ بات گزری کہ چالیس درہم میں ایک درہم (زکوٰۃ) واجب ہے؟ اور اتنی بکریوں پر اتنی بکریاں واجب ہوتی ہیں؟ اور اتنے اونٹوں پر اتنے اونٹ کی زکوٰۃ ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپؓ نے فرمایا: تو تم نے یہ چیزیں کس سے لیں؟ کیا ہم سے نہیں لیں؟ اور یقیناً ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لی ہیں۔

اور تم نے قرآنِ کریم میں یہ تو پڑھا: ’’وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ ‘‘ (الحج:۲۹) کہ بیت اللہ کا طواف کرو! تو کیا یہ کہیں پڑھا ہے کہ سات چکر طواف کرو، اور مقامِ ابرہیم کے پیچھے نماز ادا کرو؟ آپ نے فرمایا: توتم نے یہ چیزیں کس سے لیں؟ کیا ہم سے نہیں لیں؟ اور یقیناً ہم نے حضور ﷺ سے لی ہیں۔ کیا تم نے قرآن میں پایا کہ ’’ لَا جَلَبَ، وَ لَا جَنَبَ، وَ لَا شِغَارَ فِي الْإِسْلَامِ ‘‘؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپؓ نے ارشاد فرمایا: میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے: ’’لَا جَلَبَ، وَ لَا جَنَبَ، وَ لَا شِغَارَ فِي الْإِسْلَامِ ‘‘ کہ اسلام میں جلب (یعنی زکوٰۃ لینے والا شخص ایک مخصوص جگہ بنالے، اور زکوٰۃ دینے والوں کو اپنی طرف بلائے، جس سے انہیں اپنے مویشی وہاں لانے میں تکلیف ہو، یا دو گھوڑوں کی دوڑ اور مقابلہ کے درمیان دوسرا گھوڑا شامل کرنا، تاکہ مقابلہ میں شریک گھوڑے کو جوش دلایا جائے) اور جنب (یہ جلب کے ہم معنیٰ بھی استعمال ہوتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ زکاۃ دینے والا آدمی اپنے مویشی لے کر کہیں دور دراز علاقے میں چلا جائے، تاکہ مصدق یعنی زکوٰۃ لینے والے کو تکلیف ہو)، اور شغار (وہ نکاح جو دو مرد ایک دوسرے کے قریبی رشتہ داروں سے کریں، اس شرط پر کہ ان میں سے کوئی مہر نہیں دے گا، بلکہ یہ تبادلہ ہی مہر شمار کیا جائے گا) کی اسلام میں گنجائش نہیں۔ (۵) پھر فرمایا: کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا ہے؟:

’’مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ وَ لَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ وَ كُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ وَ كُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ حَتّٰٓى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ‘‘ (المدثر:۴۲ تا ۴۸)

’’کہ تم کو دوزخ میں کس بات نے داخل کیا؟ وہ کہیں گے: ہم نہ تو نماز پڑھا کرتے تھے اور نہ غریب کو (جس کا حق واجب تھا) کھانا کھلایا کرتے تھے، اور قیامت کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے، یہاں تک کہ (اسی حالت میں) ہم کو موت آگئی، سو (اس حالتِ مذکورہ میں) ان کو سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع نہ دے گی۔‘‘

حبیب بن فضالہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو شفاعت کے موضوع پر گفتگو فرماتے ہوئے سنا۔ دوسری روایات میں صفا مروہ کی سعی، وقوفِ عرفہ، شیطان کو کنکر مارنا، چوری کی سزا میں ہاتھ کاٹنے کی حد وغیرہ جیسی چیزوں کا بھی ذکر ہے۔

سوال کرنے والے شخص کی حالت

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی جامع گفتگو کے بعد سائل نے آپؓ کو دعا دیتے ہوئے کہا: ’’اَحْيَيْتَنِيْ اَحْيَاكَ اللّٰهُ‘‘ آپ نے مجھے علمی و روحانی زندگی عطا کی، اللہ تعالیٰ آپ کو حیاتِ جاودانی سے

نوازے، حسن بصریؒ فرماتے ہیں:

’’فَمَا مَاتَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ حَتّٰى صَارَ مِنْ فُقَهَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ.‘‘(۶)

’’وہ شخص دنیا سے رخصت نہیں ہوا، یہاں تک کہ وہ مسلمانوں کے فقہاء میں سے شمار ہونے لگا۔‘‘

اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اخلاص اور دعوت کی تاثیر کا اندازہ ہوتا ہے۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مکالمہ

یہ کوئی باقاعدہ مکالمہ نہیں ہے، لیکن ایک خاتون نے ایسا سوال کیا، جس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو لگا کہ یہ بھی خوارج میں سے ہے، جو حدیث مبارک سے ثابت شدہ حکم ماننے سے انکار کرتے ہیں:

’’حَدَّثَتْنِيْ مُعَاذَةُ اَنَّ امْرَاَةً قَالَتْ لِعَائِشَةَ: اَتَجْزِيْ إِحْدَانَا صَلَاتَهَا إِذَا طَهُرَتْ؟ فَقَالَتْ: اَحَرُوْرِيَّةٌ اَنْتِ؟ كُنَّا نَحِيْضُ مَعَ النَّبِيِّ فَلَا يَأْمُرُنَا بِهٖ اَوْ قَالَتْ: فَلَا نَفْعَلُهٗ.‘‘(۷)

یعنی ’’معاذہؒ (فقہائے تابعیات میں شمار ہوتی ہیں) فرماتی ہیں کہ: ایک خاتون نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ ہم میں سے (کوئی حائض عورت) پاکی کے بعد رہ جانی والی نمازوں کی قضاء کرے گی؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تم حروریہ ہو؟ [حرورا، کوفہ سے دو میل کی مسافت پر ایک جگہ کا نام ہے، جہاں بکثرت خوارج پائے جاتے تھے، جن کا نظریہ تھا کہ قرآن میں جو حکم ہے وہ مانا جائے گا، اور جو احکام سنت سے ثابت ہیں، وہ واجب العمل نہیں۔ (فتح الباری)] حقیقت یہ ہے کہ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ماہواری کے ایام کی نمازوں کے متعلق قضاء کا حکم نہیں فرماتے تھے۔‘‘

ماہواری کے ایام میں رہ جانے والی نمازوں کے حکم کے متعلق قرآن کریم کی نصوص خاموش ہیں، سنت وحدیث میں بیان ہوا ہے کہ ان کی قضا نہیں، چنانچہ اس خاتون کے سوال سے ام المومنین رضی اللہ عنہا کو محسوس ہوا کہ شاید وہ بھی خوارج کی طرح یہ حکم تسلیم نہیں کرتی، اسی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا نے ایسا جواب دیا، جس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قرآن کریم کی طرح سنت وحدیث بھی ایک مستقل مصدرِ شریعت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک خاتون سے مکالمہ

’’عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِاللهِ، قَالَ: لَعَنَ اللهُ الْوَاشِمَاتِ وَ الْمُوْتَشِمَاتِ، وَ الْمُتَنَمِّصَاتِ وَ الْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ، الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللهِ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ امْرَاَةً

مِنْ بَنِيْ اَسَدٍ يُقَالُ لَهَا اُمُّ يَعْقُوْب، فَجَاءَتْ، فَقَالَتْ: إِنَّهٗ بَلَغَنِيْ عَنْكَ اَنَّكَ لَعَنْتَ كَيْتَ وَكَيْتَ، فَقَالَ: وَ مَا لِيْ، اَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللهِ وَ مَنْ هُوَ فِيْ كِتَابِ اللهِ، فَقَالَتْ: لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ، فَمَا وَجَدْتُّ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ، قَالَ: لَئِنْ كُنْتِ قَرَأْتِيْهِ لَقَدْ وَجَدْتِّيْهِ، اَمَا قَرَأْتِ: ''وَ مَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا''(الحشر:۷)؟ قَالَتْ: بَلٰى، قَالَ: فَإِنَّهٗ قَدْ نَهٰى عَنْهَا الخ.''(۸)

یعنی''حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: آپؓ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ لعنت فرماتے ہیں ٹیٹو بنانے والی عورتوں، ٹیٹو بنوانے والیوں، بھووں کے بال تراشنے والیوں، حسن کے لیے دانتوں کے درمیان خلاء کرنے والیوں اور اللہ کی خلقت میں تبدیلی کرنے والیوں پر، یہ بات بنو اسد کی ایک خاتون کو پہنچی، جو ام یعقوب کے لقب سے مشہور تھی، اس نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حاضر ہو کر کہا: مجھے خبر ملی ہے کہ آپ فلاں فلاں کو لعنت بھیجتے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا: میں اس پر لعنت کیوں نہ کروں؟ جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے، اور جو حکم قرآن میں ہے، خاتون نے کہا: میں دو تختیوں کے درمیان جتنا قرآن محفوظ ہے وہ پڑھ چکی ہوں، مجھے تو نہیں ملا جو آپ کہہ رہے ہیں، آپؓ نے فرمایا: اگر تم غور سے پڑھتی، تو تمہیں ضرور مل جاتا، کیا تم نے یہ نہیں پڑھا: ''وَ مَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا''(الحشر:۷) کہ جو کچھ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہیں دیا اسے تھام لو، اور جس سے روکا، اس سے رک جاؤ؟ اس نے کہا: جی ہاں! (یہ تو پڑھا ہے)، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (اسی وجہ سے لعنت کر رہا ہوں) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کاموں سے منع فرمایا ہے۔''

اس کا مقصد یہ ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حدیث مبارک اور سنتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شرعی حکم کے لیے بحیثیت مستقل مصدر پیش فرمانا چاہتے ہیں، اور اس کے لیے آیتِ کریمہ بطورِ استدلال پیش فرماتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا مکالمہ

''عَنْ اُمَيَّةَ بْنِ عَبْدِاللهِ بْنِ خَالِدٍ اَنَّهٗ قَالَ: لِعَبْدِاللهِ بْنِ عُمَرَ: إِنَّا نَجِدُ صَلَاةَ الْحَضَرِ، وَ صَلَاةَ الْخَوْفِ فِي الْقُرْاٰنِ، وَ لَانَجِدُ صَلَاةَ السَّفَرِ فِي الْقُرْاٰنِ، فَقَالَ لَهٗ ابْنُ عُمَرَ: ابْنَ اَخِيْ! إِنَّ اللهَ بَعَثَ إِلَيْنَا مُحَمَّدًا وَ لَانَعْلَمُ شَيْئًا فَإِنَّمَا نَفْعَلُ كَمَا رَاَيْنَا مُحَمَّدًا يَفْعَلُ.''(۹)

یعنی''اُمیہ بن عبداللہ بن خالد رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ ہم حالتِ اقامت کی نماز، اور صلوٰۃ الخوف کا تذکرہ تو قرآن میں پاتے ہیں، لیکن سفر کی نماز کا تذکرہ قرآن میں نہیں ملتا، ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے بھتیجے! اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر بھیجا، ہمیں اور کچھ نہیں پتا، ہم تو

ویسا ہی کرتے ہیں جیسے ہم نے حضور ﷺ کو کرتے دیکھا۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک خصوصی وصف میں مشہور ومعروف ہیں کہ آپ ہر چھوٹی، بڑی چیز میں اتباعِ سنت کا لحاظ رکھتے تھے، حتیٰ کہ سفر کے دوران جہاں حضور ﷺ قضائے حاجت کے لیے بیٹھے، آپ بھی وہاں ضرور بیٹھتے تھے، اگرچہ تقاضا نہ ہوتا۔ اس سوال کے جواب میں بھی آپ کا وہ وصف واضح طور پر جھلک رہا ہے کہ جواب میں کوئی حجت، دلیل یا منطق بیان نہیں فرمائی، بلکہ عاشقانہ جواب دیا کہ: ''اے بھتیجے! ہمیں تو کچھ معلوم نہیں، ہم تو بس وہی کرتے ہیں جو حضور ﷺ کو کرتے دیکھا۔'' اپنی طبعی عاشقانہ فطرت میں اتنی اہم بات سادے سے لفظوں میں کہہ گئے۔ یقیناً ایک عاشقِ رسول مؤمن کے لیے حدیث مبارک پر عمل کرنے، اور سنت کو مستقل مصدر کی حیثیت سے ماننے کے لیے یہی ایک بات کافی ہے کہ یہ حضور ﷺ کا فرمان اور سنت ہے۔

اسی طرح خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور باقی تمام کبار وصغار صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ عمل رہا ہے کہ جب کوئی مسئلہ قرآن سے حل نہ ہوتا تو فوراً سنت کی تلاش میں لگ جاتے، اور ایک دوسرے سے اس مسئلہ کے حکم کے متعلق نبوی ہدایات دریافت فرماتے تھے، ان کا یہ عمل سنت کے ماخذ اور مصدر ہونے کی خود ایک مستقل دلیل ہے۔

واللہ أعلم بالصواب وعلمهٗ أکمل و أتمّ

حواشی وحوالہ جات

١- محمد يوسف البنوري، معارف السنن، شرح حديث: ويل للأعقاب من النار: ١/ ٢٥١، مجلس الدعوة والتحقيق، و منتخب مباحثِ علمِ حدیث، بحث: احکامِ شرعیہ کا ماخذِ اول باعتبارِ وجود، ص: ١٣١، مکتبہ بینات جامعۃ العلوم الاسلامیہ۔

٢- الإمام محمد بن إدريس الشافعي، الرسالة، فقرة ٢٩٩-٣٠٠، ص: ٨٠، دار النفائس، ط: الثانية: ١٤٣١هـ

٣- ابن قيم الجوزية (المتوفى: ٧٥١هـ)، إعلام الموقعين عن رب العالمين، بحث زيادة السنة على القرآن: ٢/ ٢٢٠، دار الكتب العلمية، بيروت، الأولى، ١٤١١هـ - ١٩٩١م

٤- المصدر السابق: ٢/٢٢١.

٥- أبوالسعادات المبارك بن محمد الجزري، النهاية في غريب الحديث والأثر، مادة جلب، جنب، شغر، ١/٧٨٤، ١/٨١٩ ... ٢/١١٧٧، المكتبة العلمية - بيروت، ١٣٩٩هـ - ١٩٧٩م.

٦- أبوالقاسم الطبراني (المتوفى: ٣٦٠هـ)، المعجم الكبير: ١٨/١٦٥، مكتبة ابن تيمية – القاهرة، ط: الثانية.

٧- الإمام البخاري، الجامع المسند الصحيح، كتاب الحيض، باب لا تقضي الحائض الصلاة: ١/٧١، الرقم: ٣٢١، دار طوق النجاة، ط: الأولى ١٤٢٢هـ

٨- الإمام البخاري، الجامع المسند الصحيح، كتاب التفسير: باب "وما أتاكم الرسول فخذوه": ٦/١٤٧، الرقم: ٤٨٨٦، دار طوق النجاة، ط: الأولى ١٤٢٢هـ

٩- الإمام النسائي (المتوفى: ٣٠٣هـ)، السنن الكبرى، كتاب قصر الصلاة في السفر، تقصير الصلاة في السفر، مؤسسة الرسالة – بيروت، ط: الأولى، ١٤٢١هـ - ٢٠٠١م.

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور ''تذکرۃ الحفاظ'' میں ان کا اُسلوبِ تالیف

مولانا محمد انس
متعلم تخصصِ علومِ حدیث

علمِ حدیث اور علمِ رجال سے ادنیٰ سے تعلق کے حامل پر علامہ ذہبیؒ کا مقام ومرتبہ، اور علمِ رجال میں آپؒ کی مہارتِ تامہ مخفی نہیں ہے، آپؒ کی علمِ حدیث ودیگر علمی موضوعات کی تصانیف مشہور ومعروف ہیں، اور آپؒ کی ہر ایک کتاب کو بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

آپؒ کی ان تالیفات میں سے ایک اہم تالیفِ لطیف اور فنِ اُسماء الرجال سے متعلق ''تذکرۃ الحفاظ'' کے اسلوب ومنہج اور اس کے خصائص کا بیان آنے والی سطور میں قلم وقرطاس کے سپرد کیا جارہا ہے۔

مصنف کے احوالِ زندگی

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م:۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

''آپ کا نام ''محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز بن عبداللہ''، کنیت: ''ابوعبداللہ''، لقب ''الذہبی'' ہے۔ ولادت ۳/ربیع الاول ۶۷۳ھ میں ہوئی، پیدائش اور وفات دمشق میں ہوئی، علم کے لیے مختلف شہروں کا سفر کیا، وفات سے چند سال قبل آنکھوں کی بینائی سے محروم ہوئے، سیکڑوں تصانیف آپ کے قلم سے منصۂ شہود پر آئی ہیں۔''(۱)

ابنِ ذہبی یا ذہبی؟

اس حوالہ سے دونوں طرح کے اقوال ہیں:

۱- ابنِ ذہبی ہے؛ اس لیے کہ ''ذہبی'' آپ کے والد کا لقب تھا؛ کیونکہ وہ پیسے ہوئے سونے کے پیشہ سے وابستہ تھے، تو ان کا لقب ''ذہبی'' (یعنی سونے کی صنعت سے منسلک آدمی) پڑ گیا، اور والد کی طرف نسبت

کی وجہ سے آپؒ کو ''ابنِ ذہبی'' کہا جاتا ہے، چنانچہ آپ کی اپنی کچھ کتابوں پر لکھی ہوئی تحریروں میں یہی رقم ہے۔

۲- ابتدا میں آپ بھی والد کے ساتھ اسی سلسلۂ تجارت سے منسلک تھے، بعد میں اُسے ترک کر دیا، اسی وجہ سے آپ کو بھی اس لقب کے ساتھ ملقب کیا گیا، اور آپ کے معاصرین وتلامذہ مثلاً علامہ تاج الدین سبکیؒ (م:۷۷۱ھ) اور عماد الدین ابن کثیر دمشقیؒ (م:۷۷۴ھ) نے ''ابن ذہبی'' تحریر کیا ہے۔ (۲)

حصولِ علم اور علمی اسفار

علامہ شوکانیؒ (م:۱۲۵۰ھ) آپؒ کے علمی اسفار کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''علامہ ذہبیؒ نے علمی سفر کا آغاز (۶۹۰ھ) کے بعد کیا، اولاً علامہ ابن عساکر دمشقیؒ سے خوب استفادہ کیا، پھر قاہرہ کی طرف کوچ کیا، اور وہاں کے مشائخ (خصوصاً) علامہ دمیاطی، ابن الصواف کی خدمت میں رہ کر اپنی علمی پیاس بجھائی، نیز تقریباً تیس (۳۰) شہروں کی طرف سفر کرنے کے بعد فنِ حدیث میں خوب مہارت حاصل کی، اور ڈھیر ساری کتابیں صرف اس فن میں تالیف فرمائیں۔'' (۳)

مشہور اساتذہ ومشائخ

''آپؒ کے معروف اساتذہ میں علمِ رجال کے ماہر علامہ مِزیؒ (م:۷۴۲ھ)، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ (۷۲۷ھ)، اور ابومحمد القاسم بن محمد البرزلیؒ (م:۷۳۹ھ) جیسی نابغۂ روزگار شخصیات شامل ہیں۔'' (۴)

حافظ ذہبیؒ اور علامہ ابن تیمیہؒ

حافظ ذہبیؒ کو اپنے شیوخ میں سب سے زیادہ قلبی لگاؤ اور محبت ''علامہ ابن تیمیہؒ'' سے تھی، اور انہی سے سب سے زیادہ متاثر دکھائی دیے، جبکہ حافظ نے آپؒ کو ''الشیخ، الإمام، العلامة، الناقد، الفقیه، المجتهد، المفسر، البارع، شیخ الإسلام، علم الزهاد، نادرة العصر'' جیسے بلند القابات سے نوازا، حتیٰ کہ غایتِ عقیدت میں یہاں تک کہہ دیا:

''وهو أكبر من أن ينبِّه مثلي على نعوته، فلو حُلِّفتُ بين الركن والمقام لحلفت أني مارأيتُ بعينيَّ مثلهُ، ولا والله مارأىٰ مثلَ نفسه.'' (۵)

''آپ کا مقام اس سے بلند ہے کہ مجھ جیسا شخص ان کے اوصاف بیان کرے، اگر میں مقامِ

ابراہیم اور رکنِ یمانی کے درمیان قسم اٹھاؤں تو کہہ سکتا ہوں کہ بخدا میں نے اپنی آنکھوں سے آپ جیسی شخصیت نہیں دیکھی اور قسم اللہ کی نہ آپؒ نے علم میں اپنا مثل دیکھا۔‘‘

وفات

آپ کو انتقال سے چار سال پہلے آشوبِ چشم کا مرض لاحق ہوگیا تھا، جس کی وجہ سے بینائی سے محروم ہوئے، اور وفات تک اسی حالت میں رہے، اس دوران اگر کوئی علاج کا مشورہ دیتا، اس پر غصہ کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے:

’’إنما أنا أعرف بنفسي، لأنني ما زال بصري ينقص قليلا قليلا إلی أن تكامل عدمهٗ.‘‘

’’مجھے اپنی حالت کا زیادہ علم ہے، میری بصارت آہستہ آہستہ جاتی رہی، حتیٰ کہ اب مکمل ختم ہوگئی۔‘‘

بالآخر شب دوشنبہ، ۳/ذی القعدہ، سن ۷۴۸ھ کو علم و عمل کا یہ ماہتاب وآفتاب غروب ہوگیا، رحمہ اللہُ رحمةً واسعةً. (۲)

تصنیفات وتالیفات

اگرچہ آپ کو تقریباً تمام علوم وفنون پر کامل دسترس تھی، لیکن تصنیف کے لیے آپ نے علمِ حدیث کے میدان کا چناؤ کیا، اور فنِ جرح وتعدیل، مصطلحاتِ حدیث، اسماء الرجال، عقائد، علمِ فقہ، تراجم، اور فنِ تاریخ میں عاشقانِ علم کے رُوبرُو بیش بہا تصنیفات پیش کیں۔ ذیل میں آپ کی کتبِ مؤلفہ میں سے چند ناموں کا ذکر کیا جاتا ہے: ’’سير أعلام النبلاء (۲۵ جلدیں)، تاريخ الإسلام ووفيات مشاهير الأعلام، تذكرة الحفاظ، الموقظة في علم مصطلح الحديث، العذب السلسل في الحديث المسلسل، ميزان الاعتدال في نقد الرجال، العبر في خبر من غبر‘‘ ائمہ اربعہ متبوعینؒ نیز ائمہ احناف میں سے صاحبینؒ کے تراجم پر مشتمل تصانیف سمیت سینکڑوں کتابیں شامل ہیں، جن کی تعداد تقریباً ۲۱۵ ہے۔

تالیفات وتصنیفات کے ناموں کی مکمل فہرست موضوعات کی ترتیب پر شیخ بشار عواد معروف حفظہ اللہ نے ’’مقدمة سير أعلام النبلاء‘‘ اور شیخ ابوہاجر محمد السعید نے ’’مقدمة العبر في خبر من غبر‘‘ میں جمع کردی ہے۔ نیز مطبوع اور غیر مطبوع کی وضاحت بھی شامل کی ہے۔

’’تذکرۃ الحفاظ‘‘ ایک علمی شاہکار

آپ نے جن کتابوں کی تالیف میں اہلِ علم سے اپنا لوہا منوایا، ان میں سے ’’تذکرۃ الحفاظ‘‘ جیسی کتاب کی تالیف کا سہرا بھی آپ کے سر ہے، جسے آپ کے بلند علمی مقام اور اس میں تحقیقی مزاج کے باعث اہلِ علم کے حلقوں میں خوب پذیرائی ملی۔

کتاب کا نام

اربابِ قلم اور علمی حلقوں میں اس کتاب کی شہرت ’’تذکرۃ الحفاظ‘‘ اور ’’طبقات الحفاظ‘‘ دونوں ناموں سے ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے ’’طبقات الحفاظ‘‘ میں، اور علامہ کتانیؒ (۱۳۴۵ھ) نے ’’الرسالۃ المستطرفۃ‘‘ میں کتبِ طبقات کی بحث میں اس کا نام ’’طبقات الحفاظ‘‘ ذکر کیا۔

اور شیخ بشار عواد حفظہ اللہ نے ’’سیر أعلام النبلاء‘‘ کے مقدمہ میں، نیز ’’الکاشف في معرفۃ من لہ روایۃ في الکتب الستۃ‘‘ کے مقدمہ میں فہرستِ تصانیف کے بیان میں ’’لجنۃ العلماء‘‘ نے اسے ’’تذکرۃ الحفاظ‘‘ کے نام سے موسوم کیا۔

کتاب کے مطبوعہ نسخے

کتاب کا ایک نسخہ وہ ہے جسے ہندوستان میں ’’دائرۃ المعارف العثمانیۃ‘‘ (دکن) نے ۱۳۳۳ھ میں طبع کیا، اس کا ایک مصور ’’حرمِ مکی‘‘ میں موجود اصل نسخہ سے تصحیح شدہ ایڈیشن بیروت میں ’’دار إحیاء التراث العربي‘‘ سے ۱۳۷۶ھ میں طبع ہے، اور چاروں جلدوں کو دو جلدوں میں ضم کر کے شائع کیا گیا۔ علاوہ ازیں ’’دار الکتب العلمیۃ‘‘ بیروت سے بھی اس کا ایڈیشن ہے، جس کے سرورق پر اس بات کی وضاحت شامل کی گئی ہے کہ ’’اس نسخہ کی تصحیح حرمِ مکی میں موجود اصل نسخہ سے کی گئی ہے۔‘‘ نیز ایک ایڈیشن ’’دار الکتب العلمیۃ‘‘ کی طرف سے شیخ زکریا عمیرات کے حواشی کے ساتھ پانچ جلدوں میں ہے، اور اس کی پہلی طباعت کا سن ۱۴۱۹ھ ہے، نیز اس میں اس پر تینوں ’’ذیول‘‘ بھی شامل کیے گئے ہیں، البتہ اس ایڈیشن میں کافی اغلاط ہیں۔ ’’دار الکتب العلمیۃ‘‘ ہی کے ’’دائرۃ المعارف‘‘ سے مصور ایک ایڈیشن پر شیخ عبدالرحمٰن بن یحییٰ المعلمی کی تحقیق بھی شامل ہے۔

کتاب کی خدمات

اس کتاب پر تین حضرات کے ذیول مطبوعہ شکل میں ہیں:

۱- سب سے پہلے آپؒ کے تلمیذ حافظ ابو المحاسن الحسینی الدمشقیؒ (۷۶۵ھ) نے ’’ذیل تذکرۃ

الحفاظ'' کے نام سے اس کا ذیل پیش کیا ہے۔

۲-دوسرا ذیل ''لحظ الألحاظ بذيل طبقات الحفاظ'' کے نام سے محمد بن فہد مکیؒ (م:۸۷۱ھ) نے لکھا ہے۔

۳-نیز ''علامہ سیوطیؒ'' نے بھی ''طبقات الحفاظ'' کے نام سے اس پر ذیل اور تلخیص پیش کی، البتہ علامہ سیوطیؒ نے تین طبقات میں مزید حفاظ کا تذکرہ بھی شامل کیا، چنانچہ اس میں طبقات کی تعداد ۲۴ ہے۔

علامہ سیوطیؒ کی یہ کتاب ''وِستِنفلد غونجی'' (مستشرق) کی تحقیق سے مزین ہوکر ۱۲۷۷ھ میں طبع ہوئی ہے، نیز بیروت سے بھی مطبوع ہے۔

آخر الذکر دونوں ذیول پر ''شیخ محمود سعید ممدوح'' نے ''تزيين الألفاظ بتتميم ذيول تذكرة الحفاظ'' کے نام سے تتمہ پیش کیا، اور خطبۂ کتاب کے بعد اس مقصد کی صراحت مذکور ہے، البتہ تراجم کے آغاز سے پہلے کچھ فصول قائم کر کے مفید مباحث شامل کیے ہیں، جو قابلِ مطالعہ ہیں۔

یہ تینوں ''ذیول'' یکجا مکتبہ ''ابن تیمیہ'' سے بھی طبع شدہ ہیں۔

اسی طرح ان تینوں کو ''علامہ کوثریؒ'' (۱۳۷۷ھ) نے بھی اپنی مفید تعلیقات کے ساتھ جمع کر کے ایک جلد میں شائع کرایا ہے۔

''علامہ کوثریؒ'' کی ان تعلیقات اور طبع کردہ ''ذیول'' پر شیخ احمد رافع الحسینی نے ''التنبيه والإيقاظ لما في ذيول تذكرة الحفاظ'' کے نام سے ۱۶۶ صفحات پر ایک کتاب لکھی، اس میں انہوں نے اس نسخہ، اور اس پر لکھی گئی تعلیقات کی مزید توضیح اور اصلاح کی، اور یہ ''دار إحياء التراث العربي'' سے ان تینوں ''ذیول'' کے ساتھ آخر میں شامل اور ملحق ہے، جبکہ اس کے پہلے صفحہ کے حاشیہ میں علامہ کوثریؒ نے مصنفؒ کے لیے تشکر آمیز کلمات بھی نقل کیے ہیں۔ مصنف کا اُسلوب یہ ہے کہ ہر ایک ذیل کو عنوان کی شکل دے کر سطر نمبر اور صفحہ نمبر رقم کرنے کے بعد اپنی تحقیق پیش کرتے ہیں۔

مقصدِ تالیف

آپ خود مقدمہ میں حمد وصلاۃ کے بعد کتاب کے لکھنے کا بنیادی مقصد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''هٰذه تذكرة بأسماء معدّلي حملة العلم النبويّ ومن يرجع إلى اجتهادهم في التوثيق والتضعيف، والتصحيح والتزييف.''

ترجمہ: ''یہ مجموعہ حاملینِ علمِ نبوی -صلی اللہ علیہ وسلم- کی عدالت بیان کرنے والوں کے ناموں پر مشتمل ہے، جن کی طرف راوی کی توثیق وتضعیف، اور حدیث کے کھرے اور کھوٹے پن میں رجوع کیا جاتا ہو۔''

علامہ محمد عبدالرشید نعمانیؒ (م:۱۴۲۰ھ) حافظ ذہبیؒ کے اس جملہ کو نقل کرنے کے بعد رقم طراز ہیں:

''حافظ موصوف نے تمام کتاب میں اس اصول کو ملحوظ رکھا ہے اور کسی ایسے شخص کا ترجمہ نہیں لکھا، جو حدیث میں حافظ شمار نہ کیا جاتا ہو (اگرچہ دوسرے علوم میں امام تسلیم کیے جاتے ہوں، مثلاً: ابو محمد عبداللہ بن قتیبہ)، اسی طرح ان لوگوں کا تذکرہ بھی اس کتاب میں نہیں لکھا، جو اگرچہ حدیث میں حافظ تھے، مگر (اکثر-از ناقل) محدثین کے نزدیک ''متروك الرواية'' خیال کیے جاتے تھے، مثلاً: ہشام بن محمد کلبی اور علامہ واقدی۔''(۷)

کتاب کا اسلوب و منہج

حافظ ذہبیؒ نے اس کتاب میں تراجم محدثینِ حفاظ کو طبقات کی صورت میں پیش کیا۔

لفظِ ''طبقات'' کا مفہوم

لفظ طبقات ''طبقة'' کی جمع ہے، اور اس کا معنی لغت میں ہے:

''نسل در نسل، ایسے لوگ جو عمر اور زمانہ، یا مرتبہ اور حالت میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوں۔''(۸)

علامہ سیوطیؒ (م:۹۱۱ھ) ''تدريب الراوي'' میں لکھتے ہیں:

''الطبقة في اللغة: القوم المتشابهون، وفي الاصطلاح: قوم تقاربوا في السن والإسناد أو في الإسناد فقط، بأن يكون شيوخ هٰذا هم شيوخ الآخر أو يقاربوا شيوخهٗ.''(۹)

''طبقہ، لغت میں ''ایک جیسے لوگوں'' کو کہا جاتا ہے، اور اصطلاح میں اس کا اطلاق ایسی قوم پر ہوتا ہے جو عمر اور سند یا صرف سند میں ایک دوسرے کے متقارب ہوں کہ ایک کے شیوخ دوسرے کے شیوخ ہوں یا اس کے شیوخ کے قریب قریب ہوں۔''

طبقہ کی تحدید و تعیین

کیا طبقہ کے لیے کوئی تحدید اور تعیین ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ دو طبقات کے مابین حدِ فاصل قائم کرنا مشکل امر ہے، کیونکہ طبقات پر لکھنے والوں نے کسی مخصوص سن کا لحاظ نہیں رکھا۔ (مزید تفصیل کے لیے اصل مرجع ملاحظہ ہو)۔(۱۰)

لفظِ ''حافظ'' کی مراد

''علامہ سیوطیؒ'' (م:۹۱۱ھ) نے ''تدريب الراوي'' شرح ''تقريب النواوي''(۱۱) میں

اس لفظ کے ضمن میں نہایت بسط سے کام لیا، اور مختلف اقوال نقل کیے ہیں، ان سب کا لبِ لباب علامہ ظفر احمد عثمانیؒ (۱۳۹۶ھ) کی ''أحاديث الأحكام'' پر بلند پایہ کتاب ''إعلاء السنن'' کے مقدمہ میں موجود ہے، ملاحظہ فرمائیے:

''محدّث اسے کہتے ہیں جو اِثباتِ حدیث کے تمام طرق کا علم رکھے، اور اس کے رواۃ کی جرح وتعدیل کی معرفت حاصل کرے، نیز صرف سماع پر انحصار نہ کرتا ہو۔ اگر وہ مزید ترقی کرے، حتیٰ کہ اپنے شیوخ، اور طبقہ وار اپنے مشائخ کے بھی شیوخ، یہاں تک کہ اتنے رواۃِ حدیث کا اسے علم ہوجائے جو تعداد میں دیگر نامعلوم راویانِ حدیث سے زیادہ ہوں، تو اسے ''حافظ'' کہا جائے گا۔'' (۱۲)

اسی طرح شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ نے اس مقام پر حاشیہ قلمبند کیا، ملاحظہ کیجیے:

''صحیح بات یہ ہے کہ اس کا دارومدار ہر زمانہ کے اعتبار سے اس کے اہل پر چھوڑ دیا جائے، پس ''حافظ'' وہ ہے جو کسی حدیث کو سن کر یہ فیصلہ کرسکتا ہو کہ یہ حدیث صحاح کی کتب میں سے ہے یا نہیں اور اسے ہزار یا اس سے زیادہ احادیث بالمعنی حفظ ہوں۔''

آگے ''شیخ عبدالفتاحؒ'' اسی قول پر اپنے شیخ ''علامہ محمد زاہد الکوثریؒ'' (۱۳۷۷ھ) کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

''شیخ ظفر (احمد) عثمانیؒ کے اس قول کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ''ایک دفعہ میں نے اپنے شیخ علامہ کوثریؒ سے ''حافظ، حجة ''اور''حاكم'' کی تعریفات کے مآخذ اور مستندات کا پوچھا، تو آپؒ نے جواب میں فرمایا: ''یہ بعد والوں کی اصطلاح ہے، جو سلف سے منقول نہیں۔''

بلکہ علامہ ذہبیؒ نے اپنی تالیف ''تذكرة الحفاظ'' میں بعض ان صحابہؓ کا بھی ذکر کیا، جو ان تعریفات کی رو سے ان احادیث کا دسواں حصہ بھی روایت نہیں کرتے، جتنی احادیث کی تعداد حافظ، حجۃ، اور حاکم کی تعریفات میں بیان کی جاتی ہے۔'' (ایضاً، از حاشیہ)

''السراج المنير في ألقاب المحدثين'' میں لفظ ''حافظ'' کے حوالہ سے بہترین بحث لکھی گئی ہے، چنانچہ اس کی اصطلاحی تعریف کے تحت لکھا ہے:

''سلف کے نزدیک ''محدّث'' اور ''حافظ'' کا ایک معنی ہے، نیز ان حضرات نے ہر دو کو دوسرے کی جگہ استعمال کیا، نیز ایک کی تعریف کا اطلاق دوسرے پر کرتے ہیں۔ البتہ بعد میں آنے والوں نے اس میں فرق کیا اور ''حافظ'' کا مرتبہ ''محدث'' سے مافوق اور ''حجة'' سے نیچے رکھا، البتہ اس پر اتفاق کے باوجود ''حافظ'' کی تعریف میں مختلف تعبیرات استعمال

کی گئی ہیں۔‘‘(۱۳)

کتاب ہٰذا میں درج تراجم کی تعداد

’’حافظ ذہبیؒ نے کتاب کے اکیس طبقات میں کل ۱۱۷۶ر حفاظ کے احوال پیش کیے ہیں۔‘‘

کیا حافظ ذہبیؒ نے سب حفاظ کا احاطہ کرلیا ہے؟

ہرگز نہیں، بلکہ خود آپؒ نے تراجم کے اختتام کے بعد صراحت کے ساتھ لکھا ہے: ’’یہاں تک ہماری کتاب ’’تذکرة الحفاظ‘‘ کا اختتام ہوگیا، اور ممکن ہے کہ غفلت اور نسیان کی وجہ سے بہت سے ان لوگوں کا ذکر چھوٹ گیا ہے، جو ان حفاظ کے علم وحفظ کے مرتبہ میں ان کے مساوی ہیں۔‘‘

تراجم میں حافظ ذہبیؒ کا اُسلوب

حافظ ذہبیؒ نے مندرجہ ذیل وجوہ سے حفاظ کی ترتیب اختیار کی اور ان کے مناقب اور اوصاف وکمالات ذکر کیے ہیں:

۱-کل ۲۱ر طبقات کے ہر ہر طبقہ میں ذکر کردہ حفاظِ حدیث کی تعداد بالترتیب درج ذیل ہے:

۷، ۱۵، ۱۲، ۲۶، ۲۵، ۱۸، ۴۶، ۳۱، ۷۴، ۷۹، ۷۷، ۱۱۷، ۱۰۶، ۱۳۰، ۱۰۶، ۸۱، ۷۸، ۵۸، ۳۰، ۴۲، ۲۳۔

نوٹ: یہ تعداد اور ترتیبِ طبقات، تذکرة الحفاظ مطبوعہ’’ دارإحياء التراث العربي بیروت‘‘ سے ماخوذ ہے، جو دو جلدوں میں ہیں، اور ہر جلد دو حصوں پر ہے۔

۲-سب سے پہلے صحابہ کرامؓ کا طبقہ رکھا، جس میں ۲۳ صحابہ کرام -رضی اللہ عنہم- کے تراجم پر روشنی ڈالی، ان میں خلفاء اربعہؓ کو مقدم رکھا، اس کے بعد حضرت ابن مسعودؓ (۳۲ھ) و دیگر حفاظ صحابہؓ۔ علاوہ ازیں صحابہ کرامؓ کے طبقہ میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء کا ذکر بھی شامل کردیا، جن کی حدیث کی صحیح کتب میں مرویات ہیں، (اگرچہ ان کا حفاظ میں شمار نہ ہو) بلکہ انہی میں سے راویات کے ناموں کا بیان بھی ملحق ہے۔

۳-سب سے آخر میں اپنے محبوب استاد علامہ مزیؒ کا ترجمہ درج کیا، اور ان کے لیے عظیم القابات ذکر کیے، ان کا علمی مرتبہ اور مقام قارئین کی خدمت میں پیش کیا۔

۴-ان سے قبل اپنے دوسرے محبوب استاذ علامہ ابن تیمیہؒ کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے ان کے کمالاتِ علمیہ کو ذکر کیا، البتہ عالی القابات سے نوازنے کے بعد آپؒ کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار بھی کیا، چنانچہ ملاحظہ ہوں:

’’علامہ ابن تیمیہؒ کچھ فتاویٰ اور آراء میں دیگر جمہور اہلِ علم سے متفق نہیں، البتہ ایسی باتوں کو آپ کے

علم کی گہرائی نے ڈھانپ رکھا ہے، اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو اور آپ سے درگزر فرمائیں، میں نے آپ جیسی شخصیت نہیں دیکھی، اور ہر ایک پر ان کے اقوال میں مواخذہ کیا جاسکتا ہے، تو آپ بھی انہی میں سے ایک ہیں۔‘‘

۵- ہر طبقہ کا آغاز کرتے ہوئے اس میں ذکر کردہ حفاظ کی تعداد ذکر کرنے کا اہتمام کرنا۔

۶- کتاب میں صاحبِ ترجمہ ’’حفاظ‘‘ کی مرویات کے لیے متعلقہ کتاب کے حوالہ کے لیے درج ذیل رموز مقرر ہیں:

صحیح بخاری (خ)، صحیح مسلم (م)، سنن ابی داود (د)، سنن نسائی (س)، سنن ترمذی (ت)، سنن ابن ماجہ (ق) سنن اربعہ (۴)، اُمہاتِ کتبِ ستہ (ع)۔

۷- حافظ کے تذکرہ میں ان کا نام، والد کا نام، کنیت کا ذکر، نیز نسب نامہ اور علمی القابات کا ذکر کرتے ہیں۔

۸- ان کی تاریخ، سنِ ولادت اور وفات کا ذکر کرتے ہیں۔

۹- اس ضمن میں مشہور و معروف اساتذہ اور تلامذہ کا ذکر بھی کرتے ہیں۔

۱۰- اگر کسی حافظ کی کوئی روایت کتبِ ستہ میں ہو، تو اس کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں، لیکن اس کے لیے ایک علامت مخصوص ہے، (جس کا سابق میں ذکر ہو چکا)، جس سے اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

۱۱- اگر ان کے بارے میں واقعات یا مدحیہ کلمات کسی امام یا مشہور اہلِ علم سے منقول ہوں، تو اسے بھی زیرِ قرطاس لاتے ہیں۔

۱۲- اس کے علاوہ اگر ان کی کوئی روایت امام ذہبیؒ تک متصل ہو، تو اس کو سند کے ساتھ بیان کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔

۱۳- اگر کسی مشہور شخصیت کا اس طبقہ میں انتقال ہوا ہو تو اسے بھی سپردِ قلم کرتے ہیں۔

۱۴- صاحبِ ترجمہ کا فقہی مسلک بھی واضح کرتے ہیں۔

۱۵- آپؒ بہت سے حفاظ کے تذکرہ کے ذیل میں ان کے خوفِ خداوندی اور خشیت کے قصص نقل کرتے ہوئے پڑھنے والے کو گویا یہ نصیحت کرتے ہیں کہ: ’’اپنے علم کی حفاظت کے لیے تقویٰ کو ڈھال بنادے، اور فخر و عجب میں مبتلا نہ ہو، بلکہ موت کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھے۔‘‘

۱۶- حافظ ذہبیؒ نے (باوجود شافعی المسلک ہونے کے) اس کتاب کے ’’طبقۂ خامسہ‘‘ میں ائمہ اربعہ متبوعین میں سے امام ابوحنیفہؒ (م: ۱۵۰ھ) کا تذکرہ بھی پیش کیا، اور آپؒ کو حدیث کے باب میں ’’حافظ‘‘ کا لقب عنایت کیا۔ یہ ان لوگوں کے خلاف واضح دلیل ہے، جو ضعیف اور غیر مستند اقوال کا سہارا لے کر آپ کو حدیث کے باب میں ’’تہی دامنی‘‘ کا لقب دیتے ہیں، اور مشہور ائمہ علم اور اصحابِ حدیث کو بطور استشہاد پیش

کرتے ہیں، لیکن حقیقت تک پہنچنے کی سعی تک نہیں کرتے، حتیٰ کہ بسااوقات امام اعظمؒ کی بے ادبی، توہین اور تنقیص تک پہنچ جاتے ہیں، أعاذنا الله من ذٰلك.

۱۷-حضور-صلی اللہ علیہ وسلم- اور آپ-علیہ السلام- کی احادیث کا شوق اور اس کی رغبت دلانے کے لیے ان حفاظ کے اس سے متعلق واقعات بھی بیان کرتے ہیں۔

۱۸-ترجمہ کے ذیل میں صاحبِ ترجمہ کے ''علمی اسفار'' کا ذکر کرتے ہیں۔ (۱۴)

۱۹-ان حفاظ کی قلمی خدمات سے بھی تعرض کرتے ہیں۔

۲۰- حافظ ذہبیؒ نے کچھ طبقات کے آخر میں یہ اُسلوب بھی اختیار کیا کہ اسی طبقہ کے دیگر راویانِ حدیث، مشہور اہلِ علم یا حدیث سے تعلق رکھنے والوں کے اسماء، یا کسی فتنہ کا ظہور ہوا ہو تو اس کا ان کے عقائدِ فاسدہ کے ساتھ بیان کرتے ہیں، (۱۵) اور اس طبقہ کے حفاظ کے زمانہ میں کن خلفاء کا زمانہ رہا، نیز ان خلفاء کے ظلم وجور، انصاف وکارہائے نمایاں کی طرف اشارہ کرتے ہیں، اور قارئین کو قدماءِ محدثین کا مرتبہ سامنے لاکر ان کی شان میں ہذیان بکنے سے اجتناب کی تلقین کرتے ہیں، اور انہیں قدوہ بنا کر اتباع کی ترغیب دیتے ہیں، نیز فقہاء کی آڑ لے کر محدثین کو بنظرِ حقارت دیکھنے سے احتراز برتنے جیسے عمدہ اُمور کو اُجاگر کرتے ہیں۔

۲۱-علامہ ذہبیؒ نے طبقات کے ختم ہونے کے بعد اپنے شیوخ کا بھی ضمناً تذکرہ شامل کیا، ان شیوخ کی کل تعداد ۳۶ ہے۔

حواشی وحوالہ جات

١- الدرر الكامنة لابن حجرؒ: ٣٣٦/ ٣، دار الجيل، بيروت، ١٤١٤هـ

٢-مقدمة سير أعلام النبلاء: ١٦/ ١، للشيخ بشار محمد عواد معروف، ط:مؤسسة الرسالة، طبع سادس ١٤١٠هـ

٣-البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع: ٣٨/ ٢، حرف الجيم، ط:دار الكتب العلمية، طبع أول ١٤١٨هـ

٤- مقدمة سير أعلام النبلاء: ٣٥/ ١، للشيخ بشار محمد عواد معروف، ط:مؤسسة الرسالة، طبع سادس ١٤١٠هـ

٥- الرد الوافر على من زعم بأن من سمى ابن تيمية شيخ الإسلام كافرا، ابن ناصر الدين الدمشقي، (م: ٨٤٢هـ)، ص:٧٢، المكتب الإسلامي، طبع ثالث، ١٤١١هـ، زهير شاوش.

٦- الوافي بالوفيات، مؤلف:صلاح الدين خليل بن أيبك الصفدي، ١٦٥/ ٢، ترجمة محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي، طبع ثاني، سن ١٤٠١هـ/ ١٩٨١ء نیز ''الدررالكامنة'' لابن حجرؒ ٣٣٨/ ٢، دار إحياء التراث العربي، بيروت، ترجمة: محمد ابن أحمد الذهبي.

۷-امام ابن ماجہؒ اور علمِ حدیث، ص:۱۴۹، میر محمد کتب خانہ

٨- المعجم الوسيط: ٥٥١/ ٢، باب الطاء، ط:دار الدعوة

۹- تدريب الراوي: ۳۸۱/ ۲، م: مير محمد كراچی، طبع دوم، ۱۳۹۲ھ/ ۱۹۷۲ء.

۱۰- "علم طبقات المحدثين، أهميته وفوائده، المهندس أسعد سالم تيم، ص: ۱۲٤، مكتبة الرشد، رياض، طبع أول ۱۹۹٤ء

۱۱-نوٹ: اس کتاب کا پورا نام''التقريب والتيسير في معرفة سنن البشير والنذير'' ہے، یہ ابوعمرو ابن الصلاح عثمان بن عبد الرحمٰن (م: ۶۴۳ھ) کی علم حدیث کے ۶۵ انواع کا احاطہ کرنے والی بے مثال کتاب''معرفة أنواع علم الحديث'' کی''تلخیص التلخيص'' ہے، مصنف نے اولاً''إرشاد طلاب الحقائق'' کے نام سے تلخیص کی، اور پھر''التقريب'' کے نام سے اس کی تلخیص فرمائی، یہ دونوں ساتویں صدی کے مشہور شافعی المسلک عالم ابوزکریا یحییٰ بن شرف الدین النووی الدمشقی (م: ۶۷۶ھ) کے قلم سے منصۂ شہود پر آئی ہیں، جبکہ اس کی تفصیلی شرح''تدريب الراوي''، جدید طباعت کے ساتھ حال ہی میں عالمِ عرب کے مشہور عالم ومحقق اور نقاد''علامہ عبدالفتاح ابوغدہؒ'' (۱۴۱۷ھ) کے علمی جانشین''شیخ محمد عوامہ-حفظہ اللہ تعالیٰ- کی مایہ ناز تحقیق وتعلیق (جس میں خصوصاً فقہاء محدثین کے اصولیین کو بھی بیان کیا گیا ہے) اور آپ کے اہتمام کے ساتھ پانچ جلدوں میں مکتبہ دار المنہاج سے مطبوع ہے۔

۱۲- مقدمة إعلاء السنن ۲۸/ ۱۹، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچی، تحقيق شيخ عبد الفتاح أبو غدة (۱٤۱۷ھ)

۱۳- السراج المنير في ألقاب المحدثين، مصنف شيخ سعد فهمي بلال، ص:۱۲۸، دار ابن حزم، طبع أول، ۱٤۱۷ھ/ ۱۹۹٦ء

۱۴-اسفارِ علمیہ کی علت یہ ہے کہ سلفِ صالحین کے ہاں طلبِ علم کے لیے سفر کرنا، اپنے گھر بار چھوڑ کر دور دراز زرِ کثیر خرچ کر کے اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے جانا مستحسن سمجھا جاتا تھا، بلکہ اس پر مستزاد حافظ خطیب بغدادیؒ (م: ۴۶۳ھ) کی علم حدیث حاصل کرنے کے لیے اسفار کرنے والے اہلِ علم کے تذکرہ پر مشتمل کتاب''الرحلة في طلب الحديث''، مستقل تصنیف ہے، جسے بے حد سراہا گیا ہے۔

۱۵-مثلاً طبقۂ رابعہ کے آخر میں بصرہ میں اُٹھنے والے فرقہ قدریہ اور معتزلہ کا ذکر کیا، ان کے قرآن وحدیث سے متصادم عقائد بھی بیان کیے۔ طبقۂ سادسہ کے آخر میں شیعیت ورافضیت کے طلوع ہونے اور اس کے سبب کو بیان کیا۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

طبی اخلاقیات

مولانا ڈاکٹر فہد انوار
اسلام آباد

دائرہ کار، ضوابط، اخلاقی قدریں
تعلیماتِ نبوی کی روشنی میں (دوسری اور آخری قسط)

⑨-خوش گفتاری

خوش گفتاری یعنی اچھے طریقے سے بات کرنا نبی اکرم ﷺ کی عظیم سنت ہے۔ طبیب کے لیے اس کی اہمیت اس پہلو سے زیادہ ہے کہ دکھوں اور کرب میں مبتلا لوگ توقعات لے کر اس کے پاس آتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی چاہت ہوتی ہے کہ اس کی تکلیف جلد دور ہوجائے۔ دوسری طرف طبیب اکیلا ہوتا ہے جس کے لیے بیک وقت ان سب کو دیکھنا اور مطمئن کرنا مشکل ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں مزاج میں چڑچڑا پن پیدا ہوجاتا ہے اور غصہ بھی آتا ہے۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ کے مندرجہ ذیل ارشادات رہنمائی فرماتے ہیں:

''عن عبدالله بن عمر رضي الله عنهما، قال: لم يكنِ النبيُّ صلى الله عليه وسلم فاحشا و لا متفحِّشا وكان يقول: إنَّ من خِيارِكم أحسنَكم أخلاقا.''

(صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب صفة النبي ﷺ، رقم: ۳۵۵۹)

''رسول اللہ ﷺ بدزبان اور لڑنے جھگڑنے والے نہیں تھے اور آپ ﷺ فرماتے تھے کہ: تم میں زیادہ بہتر وہ شخص ہے جس کے اخلاق زیادہ اچھے ہیں۔''

⑩-صبر

طبیب کو چاہیے کہ مریض کا علاج کرتے ہوئے جو ناگواریاں پیش آئیں، ان پر صبر و حوصلہ سے کام لے، یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ اس سے یہ خدمت کروا رہے ہیں، مثلاً مریض اور اس کے متعلقین کی سخت کلامی پر صبر

کرے۔ ایسے ہی علاج کرتے ہوئے بسا اوقات مریض کو زیادہ وقت دینا پڑ جاتا ہے، اس وقت بھی حوصلہ سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ البتہ اگر دیگر مریضوں کا حرج ہو رہا ہو تو خوش اسلوبی کے ساتھ نمٹانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ احادیث میں صبر کے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

’’عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: إِنَّ نَاسًا مِنَ الْاَنْصَارِ سَأَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَعْطَاهُمْ، ثُمَّ سَاَلُوْهُ، فَاَعْطَاهُمْ، ثُمَّ سَاَلُوْهُ، فَاَعْطَاهُمْ حَتّٰى نَفِدَ مَا عِنْدَهٗ، فَقَالَ: مَا يَكُوْنُ عِنْدِيْ مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ اَدَّخِرَهٗ عَنْكُمْ، وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ، وَمَا اُعْطِيَ اَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَاَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ.‘‘

(صحيح البخاري، باب الاستعفاف عن المسألة، حديث نمبر:١٤٦٩)

ترجمہ: ’’حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار میں سے کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ طلب کیا، تو آپ نے انہیں دیا، ان لوگوں نے پھر سوال کیا، تو آپ نے انہیں پھر دیا، یہاں تک کہ آپ کے پاس جو کچھ تھا ختم ہو گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میرے پاس جو ہوگا اسے میں ذخیرہ بنا کر نہیں رکھوں گا، اور جو پاک دامن بننا چاہے گا اللہ تعالیٰ اسے پاک دامن بنا دے گا، جو شخص صبر کرنے کی کوشش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے صبر کرنے کی توفیق عطا فرماتے ہیں اور کسی کو صبر سے بڑھ کر کوئی خیر عطا نہیں کی گئی۔‘‘

’’عَنْ صُهَيْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَاكَ لِاَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهٗ وَإِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهٗ.‘‘

(صحيح مسلم، باب المؤمن أمرہ كله خير، حديث نمبر:٢٩٩٩)

ترجمہ: ’’حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کا معاملہ بہت تعجب خیز ہے، کیونکہ اس کا ہر کام خیر ہی خیر ہے اور یہ (خوبی) ایمان والوں کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں۔ اگر اس کو خوشی ملے تو اس پر شکر ادا کرتا ہے تو یہ اس کے لیے باعثِ خیر ہے اور اگر اسے مصیبت (پریشانی وغیرہ) آئے تو اس پر صبر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لیے باعثِ خیر ہے۔‘‘

⓫-غصہ پر قابو

یہ بھی درحقیقت صبر ہی کا ایک شعبہ ہے۔ مریض یا اس کے متعلقین کی باتوں سے بسا اوقات طبیعت پر بوجھ پڑتا ہے اور غصہ آتا ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مندرجہ ذیل ارشاد سامنے رہے تو غصہ پر قابو پانا آسان

ہوجاتا ہے:

’’عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ’’مَا تَجَرَّعَ عَبْدٌ جَرْعَةً أَفْضَلَ عِنْدَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ جَرْعَةِ غَيْظٍ، يَكْظِمُهَا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللهِ تَعَالٰى .‘‘ (مسند أحمد، مسند عبدالله بن عمرؓ، رقم: ٦١١٤، الرسالة)

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ کے نزدیک غصہ کے اس گھونٹ سے زیادہ افضل گھونٹ کسی بندے نے کبھی نہ پیا ہوگا جو وہ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے پیتا ہے۔‘‘

⑫-مریض کو تسلی دینا

تکلیف میں مبتلا شخص کو تسلی دینا، اس کی ہمت بندھانا اور اس کا حوصلہ مضبوط کرنا، طبیب کی اہم ذمہ داری ہے۔ معالج کو چاہیے کہ مریض کے سامنے ایسے الفاظ کہے جس سے وہ پُراُمید رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کی عیادت کرنے جاتے تو اسے تسلی کے کلمات ارشاد فرماتے۔ ملاحظہ فرمائیں:

’’حدثنا معلى بن أسد، حدثنا عبد العزيز بن مختار، حدثنا خالد، عن عكرمة، عن ابن عباس رضي الله عنهما: أن النبي صلى الله عليه وسلم دخل علٰى أعرابي يعودهٗ، قال: وكان النبي صلى الله عليه وسلم إذا دخل علٰى مريض يعودهٗ، قال: لا بأس، طهور إن شاء الله فقال لهٗ: لا بأس طهور إن شاء الله قال: قلت: طهور؟ كلا، بل هي حمى تفور، أو تثور، علٰى شيخ كبير، تزيره القبور، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: فنعم إذا.‘‘

(صحيح البخاري، باب علاماة النبوة، رقم: ٣٦١٦)

’’نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دیہاتی کے پاس اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ راوی نے بیان کیا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی عیادت کو تشریف لے جاتے تو مریض سے فرماتے: ’’لا بأس طهور إن شاء الله‘‘ کوئی فکر کی بات نہیں، ان شاء اللہ! یہ مرض گناہوں سے پاک کرنے والا ہے۔‘‘ لیکن اس دیہاتی نے آپ کے ان مبارک کلمات کے جواب میں کہا کہ آپ کہتے ہیں کہ یہ پاک کرنے والا ہے، ہرگز نہیں، بلکہ یہ بخار ایک بوڑھے پر غالب آ گیا ہے اور اسے قبر تک پہنچا کے رہے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: پھر ایسا ہی ہوگا۔‘‘

ایک جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی تعلیم دی کہ مریض کے پاس جانے والا اس کا حوصلہ بڑھائے:

’’إذا دخلتم على المريض فنفسوا له في أجله، فإن ذٰلك لا يرد شيئا، و يطيب بنفسه.‘‘ (جامع الترمذي، أبواب الطب، رقم: ٢٠٨٧)

’’جب تم مریض کے پاس جاؤ، تو اس کی زندگی کے بارے میں اس کا غم دور کرو (یعنی تسلی و تشفی

دلاؤ کہ فکر و غم نہ کرو، تم جلد ہی صحت یاب ہو جاؤ گے اور تمہاری عمر دراز ہوگی) اس لیے کہ (یہ تسلی و تشفی اگرچہ) کسی چیز کو (یعنی مقدر کے لکھے کو) ٹال نہیں سکتی، (مگر) مریض کا دل (ضرور) خوش ہوتا ہے۔''

معالج اگر مریض کے پاس جاتے ہوئے عیادت کی نیت کرلے تو اس کا مریض کو دیکھنا اور تسلی دینا سب عبادت ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث سے معلوم ہوتا ہے:

''عَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا عَادَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ فِي خُرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْجِعَ.''

(صحيح مسلم، أبواب البر والصلة والآداب، باب عيادة المريض، رقم: ٢٥٦٨)

''نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو واپسی تک جنت کے پھل چنتا رہتا ہے۔''

''عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- يَقُولُ: "مَنْ اَتٰى اَخَاهُ الْمُسْلِمَ عَائِدًا، مَشٰى فِيْ خَرَافَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَجْلِسَ، فَإِذَا جَلَسَ غَمَرَتْهُ الرَّحْمَةُ، فَإِنْ كَانَ غُدْوَةً صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُمْسِيَ، وَإِنْ كَانَ مَسَاءً صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُصْبِحَ.''

(سنن ابن ماجة، باب ما جاء في ثواب من عاد مريضا، رقم: ١٤٣٨)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے پاس عیادت کے لیے آتا ہے تو وہ مریض کے پاس آکر بیٹھنے تک جنت کے پھل چنتا آتا ہے۔ جب وہ بیٹھ جاتا ہے تو اس پر رحمت سایہ فگن ہو جاتی ہے۔ اگر (عیادت) صبح کے وقت ہو تو شام تک ستر ہزار فرشتے اسے دعائیں دیتے رہتے ہیں اور اگر شام کا وقت ہو تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اسے دعائیں دیتے رہتے ہیں۔''

⓭- مریض کے ساتھ خیر خواہی

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى إِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ، متفق عليه.''

(مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب الرحمة والشفقة على الخلق، رقم: ٤٩٦٧)

ترجمہ: ''میں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر بیعت کی کہ پابندی کے ساتھ نماز

پڑھوں گا، زکوٰۃ ادا کروں گا، اور ہر مسلمان کے حق میں خیر خواہی کروں گا۔‘‘

نماز اور زکوٰۃ اسلام کے اہم ترین ارکان میں سے ہیں، اُن کا تعلق حقوق اللہ سے ہے، اور ’’خیر خواہی‘‘ کے ضمن میں بندوں کے تمام حقوق آجاتے ہیں۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

’’اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ، قُلْنَا لِمَنْ؟ قَالَ: لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُوْلِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ.‘‘

(صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان أن الدين النصيحة، رقم: ٥٥)

ترجمہ: ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دین خیر خواہی کا نام ہے (یعنی نصیحت اور خیر خواہی اعمالِ دین میں سے افضل ترین عمل ہے یا نصیحت اور خیر خواہی دین کا ایک مہتم بالشان نصب العین ہے) ہم نے (یعنی صحابہؓ نے) پوچھا کہ یہ نصیحت اور خیر خواہی کس کے حق میں کرنی چاہیے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ کے لیے، اللہ کی کتاب کے لیے، اللہ کے رسول کے لیے، مسلمانوں کے ائمہ کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے۔‘‘

تمام مسلمانوں کے حق میں خیر خواہی کا تقاضا یہ ہے کہ انہیں دین و دنیا کا فائدہ پہنچانے کی کوشش کرے۔ اسی کا ایک پہلو یہ ہے کہ معالج مریض کے لیے وہ علاج تجویز کرے جو اس کے لیے مفید ہو۔ مریض چاہے بھی تو اسے مضر علاج تجویز نہ کرے۔ قتلِ رحمت Mercy killing میں مریض کی خواہش پر جو اس کی جان ختم کی جاتی ہے، یہ ناجائز اور گناہِ کبیرہ ہے۔ معالج اور ہسپتالوں میں کام کرنے والے عملے کو اس قسم کی باتوں سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے۔

⓮ - نگاہوں کی حفاظت

طبیب کو بکثرت نامحرم خواتین سے بھی واسطہ رہتا ہے۔ نیز مردوں کا معائنہ کرتے ہوئے بھی ان اعضاء کو دیکھنا پڑ جاتا ہے جن کا چھپانا فرض ہے۔ اسی طرح خواتین اطباء (لیڈی ڈاکٹرز) اور نرسوں کو مرد مریضوں کو بھی دیکھنا پڑ جاتا ہے۔ ایسی صورت حال میں اپنے خیالات کے ساتھ نگاہوں کی حفاظت کرنا ایک شرعی تقاضا ہے۔ طبیب کو چاہیے کہ جتنے عضو کا دیکھنا مرض کو سمجھ کر علاج کرنے کے لیے ضروری ہے، فقط اتنی جگہ کو دیکھے۔ مریض کی مجبوری سے فائدہ اُٹھا کر بدنگاہی کا مرتکب نہ ہو۔ ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کا استحضار کرے اور اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے علم کو پریشان حال کی تکلیف کو دور کرنے کی نیت سے معائنہ کرے۔ خواتین معالجین ناگزیر صورت حال میں مردوں کا علاج کریں تو ممکنہ حد تک اپنے پردے کا بھی اہتمام کریں۔ سورۂ نور میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

’’قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۚ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ

بِمَا يَصْنَعُوْنَ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا۔'' (النور: ۳۰)

ترجمہ: ''آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ صفائی کی بات ہے، بے شک اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں۔ اور ایمان والی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں، مگر جو جگہیں اس میں سے کھلی رہتی ہیں۔''

''عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَنْظُرُ إِلٰى مَحَاسِنِ امْرَاَةٍ اَوَّلَ مَرَّةٍ، ثُمَّ يَغُضُّ بَصَرَهٗ إِلَّا اَحْدَثَ اللّٰهُ لَهٗ عِبَادَةً يَجِدُ حَلَاوَتَهَا.'' (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، باب النظر، رقم: ٣١٢٤)

یعنی ''حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: کوئی مسلمان اگر کسی عورت کے محاسن پر اول مرتبہ نظر پڑتے ہی اپنی نظر نیچی کرلے تو اللہ تعالیٰ اسے ایک ایسی عبادت کی توفیق عطا فرماتے ہیں جس کی حلاوت اسے محسوس ہوتی ہے۔''

''وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ: يَا عَلِيُّ! لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ، فَإِنَّ لَكَ الْأُوْلٰى وَلَيْسَتْ لَكَ الْآخِرَةُ.''

(مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، باب النظر، رقم: ٣١١٠)

یعنی ''آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: اے علی! پہلی نظر جو دفعۃً کسی عورت پر پڑ جائے وہ تو معاف ہے اور اگر تم نے نظر کو جمائے رکھا یا دوبارہ نظر ڈالی تو اس کا وبال قیامت میں تم پر ہوگا۔''

⓯ - طب کے متعلق شرعی احکام جاننا

طبیب کے لیے اپنے شعبے کے متعلق شرعی احکامات کا علم حاصل کرنا فرض ہے، اس لیے کہ یہ علم اسے بتائے گا کہ کیا چیز حلال ہے اور کیا حرام؟ کیا درست ہے اور کیا غلط؟ کس موقع پر اسے کیا کرنا چاہیے اور کس چیز سے بچنا چاہیے؟ نبی اکرم ﷺ کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کی سمجھ حاصل کرنا آدمی کی سعادت ہے، چنانچہ ایک جگہ ارشاد فرمایا:

''مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ.''

(صحيح البخاري، كتاب العلم، باب مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ، رقم: ٧١)

''جس سے اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے اپنے دین کی سمجھ دیتا ہے۔''

دین کے کسی شعبے کے مسائل کا جاننا عظیم اجر وثواب کا باعث ہے، لہٰذا طبیب کے لیے اپنے شعبے کے متعلق شرعی احکامات کا علم ایک عظیم عبادت بھی ہے۔ اس حوالے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو نصیحت ملاحظہ فرمائیں:

''عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا اَبَا ذَرٍّ! لَأَنْ تَغْدُوَ فَتَعَلَّمَ آيَةً مِّنْ كِتَابِ اللهِ، خَيْرٌ لَكَ مِنْ اَنْ تُصَلِّيَ مِائَةَ رَكْعَةٍ، وَلَأَنْ تَغْدُوَ فَتَعَلَّمَ بَابًا مِّنَ الْعِلْمِ، عُمِلَ بِهٖ اَوْ لَمْ يُعْمَلْ، خَيْرٌ مِنْ اَنْ تُصَلِّيَ اَلْفَ رَكْعَةٍ.''

(سنن ابن ماجة، باب فضل من تعلم القرآن وعلمه، رقم: ۲۱۹)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر! اگر تم صبح کو جا کر قرآنِ کریم کی ایک آیت سیکھ لو تو یہ تمہارے لیے سو رکعات (نوافل) پڑھنے سے بہتر ہے اور اگر علم کا ایک باب سیکھ لو، چاہے اس پر عمل کیا جائے یا نہیں تو ہزار رکعات (نوافل) سے بہتر ہے۔''

صحیح علم کی روشنی میں معالج جائز دوا اور جائز علاج تجویز کرے گا۔ ایک جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام دوا کے استعمال سے منع فرمایا ہے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب آدمی اہلِ علم سے رابطہ کر کے دوا کے متعلق علم حاصل کرے۔ مندرجہ ذیل حدیث سے اس بات کی تاکید معلوم ہوتی ہے:

''عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ اَنْزَلَ الدَّاءَ وَالدَّوَاءَ، وَجَعَلَ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءً فَتَدَاوَوْا وَلَا تَدَاوَوْا بِحَرَام.''

(سنن أبي داود، كتاب الطب، باب في الأدوية المكروهة، رقم: ۳۸۷٤)

''اللہ تعالیٰ نے بیماری اور شفاء دونوں کو نازل فرمایا، لہٰذا علاج کرواؤ، البتہ حرام سے علاج مت کرو۔''

اس حدیثِ پاک نے حلال سے علاج کو جائز رکھا ہے اور حرام سے ممنوع قرار دے دیا۔ مؤثر علاج کی عدم موجودگی میں حرام کے استعمال کی ایک الگ بحث ہے۔ طبیب کے لیے اس کا علم ہونا ضروری ہے، تاکہ وہ علاج کرتے ہوئے حرام کا مرتکب نہ ہو۔

طب کے میدان میں بطورِ خاص جدید تحقیقات کے ساتھ ایسے مسائل پیدا ہو گئے ہیں جن کا حل واضح طور پر کتاب وسنت میں موجود نہیں، مثلاً اعضاء کی پیوندکاری، آپریشن کی مختلف صورتیں، طبیب کی غلطی کی صورتیں، وغیرہ۔ ان مسائل کے شرعی حل کو جاننے کے لیے ماہرینِ فقہ نے کتاب وسنت کی ہدایات کی روشنی میں ہی ایک حل مقرر کیا ہے۔ طبی میدان میں کام کرنے والوں کو ان مسائل سے واقفیت بھی ضروری ہے۔

⑯-توکل

معالج کو اپنے اندر توکل کی صفت پیدا کرنی ضروری ہے۔ توکل درحقیقت توحید کا پھل ہے۔ جتنا اللہ

تعالیٰ کو معبودِ برحق اور تنِ تنہا مشکل کشا اور حاجت روا مانا جائے گا، اتنا ہی توکل کا اعلیٰ درجہ حاصل ہوگا۔ توکل کا آسان مطلب یہ ہے کہ سبب اختیار کرتے ہوئے نظر سبب کو پیدا کرنے والے پر رہو۔ دوا اور علاج کرتے ہوئے معالج کو دل سے اس بات پر یقین ہو کہ اس دوا کو مؤثر بنانے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔ میرے علم کے مطابق یہ دوا اس مرض کو دور کرنے میں مفید ہے، لیکن اس کا فائدہ اور نقصان اکیلے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور میری تمام تدابیر محض ایک ذریعہ ہیں۔ اس حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا مندرجہ ذیل ارشاد ملاحظہ فرمائیں:

’’عن حَنَشٍ الصَّنْعَانِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا، فَقَالَ: يَا غُلَامُ! إِنِّيْ أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ، احْفَظِ اللهَ يَحْفَظْكَ، احْفَظِ اللهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللهِ، وَاعْلَمْ اَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى اَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ لَكَ، وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى اَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ.‘‘

(سنن الترمذي، أبواب صفة القيامة والرقائق والورع، حديث: ٢٥١٦)

’’حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک ہی سواری پر آپ کے پیچھے سوار تھا کہ آپ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے لڑکے! تو اللہ تعالیٰ کا خیال رکھ (یعنی اس کے احکام کی تعمیل اور اس کے حقوق کی ادائیگی سے غافل نہ ہو) اللہ تعالیٰ تیرا خیال فرمائے گا، اور دنیا وآخرت کی آفات وبلیات سے تیری حفاظت کرے گا، تو اللہ کو یاد رکھ، جیسا کہ یاد رکھنا چاہیے، اس کو تو اپنے سامنے پائے گا، اور جب تو کسی چیز کو مانگنا چاہے تو بس اللہ سے مانگ، اور جب کسی ضرورت اور مہم میں تو مدد کا محتاج اور طالب ہو تو اللہ ہی سے امداد و اعانت طلب کر، اور اس بات کو دل میں بٹھالے کہ اگر ساری انسانی برادری بھی باہم متفق ہوکر اور جڑ کر چاہے کہ تجھ کو کسی چیز سے نفع پہنچائے تو صرف اسی چیز سے تجھ کو نفع پہنچا سکے گی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے مقدر کر دی ہے، اس کے سوا کسی چیز سے نہیں اور اسی طرح اگر ساری انسانی دنیا تجھ کو کسی چیز سے نقصان پہنچانا چاہے تو صرف اسی چیز سے نقصان پہنچا سکے گی، جس سے نقصان پہنچنا اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی تیرے لیے مقدر کر دیا ہے، اس کے سوا کسی چیز سے تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچایا جاسکے گا، اُٹھ چکے قلم اور خشک بھی ہو چکے صحیفے۔‘‘

⑰- رجوع الی اللہ کا اہتمام

معالج (ڈاکٹر) کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے رہنے کی عادت اپنانی چاہیے۔ علاج شروع

کرنے سے پہلے، علاج کے درمیان اور علاج کے بعد بھی اللہ تعالیٰ سے مدد اور مریض کے لیے شفا طلب کرنی چاہیے۔ آنحضرت ﷺ کی دعائیں اس حوالے سے بہترین رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ دوا اور علاج شروع کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے بھلائی اور خیر دل میں ڈالے جانے کی دعا کر لینی چاہیے، مثلاً مندرجہ ذیل مسنون دعائیں توجہ کے ساتھ پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُمید ہے کہ درست بات کی طرف رہنمائی ہو جائے گی:

’’اللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِيْ رُشْدِيْ، وَاَعِذْنِيْ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ ‘‘ (سنن الترمذي، أبواب الدعوات، رقم: ٣٤٨٣)

’’اے اللہ! مجھے میری بھلائی سجھا دیجیے اور مجھے میرے نفس کے شر سے پناہ میں رکھیے۔‘‘

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: آنحضرت ﷺ جب بھی کسی کام کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا پڑھ لیتے:

’’اللّٰهُمَّ خِرْ لِيْ وَاخْتَرْ لِيْ.‘‘ (أيضا، رقم: ٣٥١٦)

’’اے اللہ! میرے لیے بہتر کا انتخاب فرما اور میرے لیے بہتر پسند فرما۔‘‘

اسی طرح علاج و دوا کے بعد بھی شافیِ حقیقی سے اپنے مریضوں کی شفایابی کے لیے دعا کرنی چاہیے۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

محافظِ ختمِ نبوت علامہ احمد میاں حمادی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت

محمد اعجاز مصطفیٰ

قطبِ وقت حضرت مولانا حماداللہ ہالیجویؒ کے پوتے اور خلیفہ مجاز، شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کے اجازت یافتہ، عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت صوبہ سندھ کے امیر، ندوۃ العلوم ختمِ نبوت ٹنڈو آدم کے مہتمم، اوقاف کی جامع مسجد ختمِ نبوت ٹنڈو آدم کے سابق امام و خطیب حضرت علامہ احمد میاں حمادی رحمۃ اللہ علیہ کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد ۹۱ ر سال ایک ماہ اور آٹھ دن اس دنیائے رنگ و بو میں رہنے کے بعد ۹ ر شوال المکرم ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۸ ر اپریل ۲۰۲۴ء بروز جمعرات داعیِ اجل کو لبیک کہتے ہوئے سفرِ آخرت پر روانہ ہوگئے، إنا للہ وإنا إلیہ راجعون، إن للہ ما أخذ ولہٗ ما أعطٰی وکل شيئ عندہٗ بأجل مسمّٰی.

حضرت علامہ احمد میاں حمادیؒ یکم رمضان ۱۳۵۴ھ کو قطبِ وقت حضرت مولانا حماداللہ ہالیجوی قدس سرہٗ کے دوسرے صاحبزادے ابومحمد مولانا محمود حسینؒ کے ہاں ہالیجی شریف پنوں عاقل میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی، درجاتِ علیا کی تعلیم کے لیے دارالعلوم ٹھیڑی سندھ کی طرف رجوع کیا اور ۱۳۸۱ھ میں دورہ حدیث پڑھ کر سندِ فراغ وصول کی۔ اسی طرح علامہ شمس الحق افغانی قدس سرہٗ سے آپ کو اجازتِ حدیث حاصل تھی۔ اس کے علاوہ گورنمنٹ کے ادارہ اکیڈمی علومِ اسلامیہ میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد سرٹیفکیٹ حاصل کیا اور محکمہ اوقاف میں بطور ڈسٹرکٹ خطیب ضلع سانگھڑ مقرر ہوئے۔

علامہ احمد میاں حمادیؒ سندھ کی معروف خانقاہ ہالیجی شریف کے بانی حضرت مولانا حماداللہ ہالیجویؒ کے پوتے اور خلیفہ مجاز بھی تھے اور اسی نسبت سے ''حمادی'' کہلائے، آپ کو شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نور اللہ مرقدہٗ نے بھی اپنے سلسلے میں خلافت و اجازت دی، اس طرح آپؒ دو سلاسل میں مجاز تھے۔

۱۹۷۴ء کی تحریکِ ختمِ نبوت نے زور پکڑا تو اس حوالے سے تحفظِ ختمِ نبوت کی جانب مائل ہوئے اور پھر

ایسے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے کام میں مگن ہوئے کہ اس کام کے سوا کوئی دوسری بات دل و دماغ میں اُتری ہی نہیں، آپ کو عقیدۂ ختم نبوت کے کام سے اس قدر محبت تھی کہ ''سرکاری'' خطیب یا ''سرکاری'' ملازم ہونے کے باوجود ختمِ نبوت کے مسئلے پر کبھی حکومت کا ساتھ دیا اور نہ ہی اس پر کبھی سمجھوتا کیا۔

علامہ احمد میاں حمادیؒ سر پر عمامہ رکھتے تھے، اور کبھی کوئی نماز بغیر عمامہ کے نہیں پڑھی۔ ہمیشہ اُس عمامہ پر ایک ''بیج'' لگا کر رکھتے، جس پر یہ تحریر نمایاں ہوتی: ''تاجدارِ ختمِ نبوت زندہ باد'' اور ''ختمِ نبوت پر جان بھی قربان''۔

حضور اکرم ﷺ کی نعتیں سننے کے بے حد شوقین تھے، جب تک رات کو کوئی نہ کوئی نعت نہ سن لیتے، آپ کو نیند نہ آتی۔ اور نعت بھی ایسی کہ جس میں ختمِ نبوت کے کاز پر اشعار ہوں، اس لیے حضور اکرم ﷺ کے دشمنوں قادیانیوں سے آپ کو حد درجہ عداوت تھی۔

مسجد کے محراب میں اپنے پاس قادیانیوں کے بارہ میں لٹریچر ہوتا، ہر آنے جانے والے کو پہلے مسئلہ ختمِ نبوت پوری طرح سمجھاتے اور پھر لٹریچر اس کو دیتے، ہزاروں کی تعداد میں قادیانیوں کے خلاف شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کے تحریر کردہ رسائل، سپریم کورٹ اور چاروں ہائیکورٹس کے وہ تاریخ ساز فیصلے جنہوں نے قادیانیت کی کمر توڑ دی، انہیں شائع کرواکر مفت تقسیم فرماتے رہے۔ قادیانیوں سمیت دیگر گستاخانِ رسول پر بے شمار مقدمات درج کروائے، جن میں قادیانی سربراہ مرزا طاہر، صوبائی صدر خلیل احمد قادیانی اور ایک پوسٹ ہیڈ افسر جس نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا، ان پر مقدمات کے دوران ''انجمن سرفروشانِ اسلام'' کا بانی ریاض احمد گوہر شاہی ملعون کوٹری میں رونما ہوا، جس نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا، اس پر بھی حضرت علامہ احمد میاں حمادیؒ نے توہینِ رسالت و دیگر دفعات کے تحت مقدمات درج کروائے اور یہ مقدمہ گوہر شاہی کے خلاف انسدادِ دہشت گردی کی خصوصی عدالت میں میرپور خاص میں چلا، عدالت نے اس خبیث گوہر شاہی کو ۹۹ سال عمر قید کی سزا سنائی۔ اسی طرح ایک شیطان نے خوشاب میں توہینِ رسالت کی، حضرتؒ نے انتظامیہ پر دباؤ ڈال کر ٹنڈو آدم کی پولیس بھیج کر اس کو گرفتار کرواکر ٹنڈو آدم عدالت میں پیش کرایا، اسی مقدمے کا حوالہ دیتے ہوئے عالمی مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوت کے مرکزی ڈپٹی جنرل سیکریٹری مولانا حافظ محمد اکرم طوفانیؒ نے بھرے مجمع میں فرمایا: ''ٹنڈو آدم والو! خوش نصیب ہو کہ تمہیں حمادیؒ جیسا شیر ملا ہوا ہے، خدا کی قسم! جب ٹنڈو آدم کی پولیس میرے دفتر ختمِ نبوت سرگودھا پہنچی کہ یہ قادیانی گرفتار کرنا ہے تو میں نے خود سے کہا کہ: اے طوفانی! تو خود کو ''طوفانی'' کہلواتا ہے، تُو تو حمادیؒ کے آگے ''طوفانڑی'' بھی نہیں کہ تیرے پڑوس خوشاب میں توہینِ رسالت ہوئی، تجھے پتا نہ چلا اور حمادیؒ کو پتا چل گیا۔

حضرتؒ کی دلیری کا ایک واقعہ ہے، ۸۰ء کی دَہائی میں اس وقت ڈی ایس پی ٹنڈوآدم نہیں، بلکہ شہداد پور بیٹھتا تھا، کسی قادیانی پر مقدمہ درج نہیں کررہا تھا، حضرتؒ نے جاکر اس کے آفس کے آگے تن تنہا بھوک ہڑتال ایسی کی کہ تین دن تک پانی کا گھونٹ نہ پیا۔ اس بھوک ہڑتال کو ختم کرانے کے لیے اس وقت کے عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت کے امیر حضرت خواجہ خواجگان مولانا خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہم کے خاص حکم پر مجلس کے مرکزی ناظمِ اعلیٰ مفکرِ ختم نبوت حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری ملتان سے تشریف لائے، انتظامیہ سے مذاکرات ہوئے، مقدمہ درج ہوا، پھر حضرت حمادیؒ نے بھوک ہڑتال ختم کی۔

جب سے عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت سے تعلق قائم کیا تو ٹنڈوآدم میں دوروزہ سالانہ ختم نبوت کانفرنس کا آغاز فرمایا، جو بعد میں ایک روزہ اس لیے ہوئی کہ اب شہر شہر میں کانفرنسیں ہورہی ہیں، بحمداللہ! گزشتہ سال ۲۰۲۳ء میں ۱۸؍نومبر کو ۴۲ویں سالانہ ختمِ نبوت کانفرنس ٹنڈوآدم میں ہوئی۔ جب تک بیٹھنے کی سکت تھی، آپ ان کانفرنسوں میں خود شریک ہوتے۔

عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت کے دونوں ترجمان ہفت روزہ ''ختمِ نبوت'' کراچی اور ماہنامہ ''لولاک'' ملتان اسی جامع مسجد میں باقاعدہ منگوا کر رکھواتے، تاکہ عوام پڑھیں۔ حضرت علامہ احمد میاں حمادیؒ کی خدماتِ ختمِ نبوت اور تعاقبِ قادیانیت پر لکھا جائے تو کئی جلدیں درکار ہوں گی۔ آپ کے بیٹے کے بقول: الحمدللہ! حضرت حمادی صاحب کی محنت وقربانی کی بدولت آج پورے ٹنڈوآدم شہر میں ایک بھی قادیانی موجود نہیں اور نہ ہی قادیانی مصنوعات کا کوئی وجود ہے، اس کی وجہ فقط یہی ہے کہ علامہ حمادیؒ نے ختمِ نبوت کے مشن پر مضبوطی کے ساتھ کام کیا۔

آپ کی دو اہلیہ تھیں، دونوں آپ کی زندگی میں فوت ہوگئی تھیں، تمام اولاد ایک زوجہ سے تھی، آپ نے پسماندگان میں چار بیٹے اور چھ بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں، جو تمام ماشاءاللہ! شادی شدہ ہیں۔ جامع مسجد ختمِ نبوت میں بعد نمازِ عصر آپ کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی، جس میں شہر کے معززین، دینی رفقاء، علماء وطلبہ کے علاوہ کثیر تعداد میں عوام شریک ہوئے اور مقامی قبرستان میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

اللہ تعالیٰ حضرتؒ کی تمام حسنات کو قبول فرمائے، آپ کو جنت الفردوس کا مکین بنائے، اور آپ کے پسماندگان اور جماعتی رفقاء کو صبرِ جمیل سے نوازے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ أجمعین.

قارئینِ بینات سے حضرتؒ کے لیے ایصالِ ثواب کی درخواست ہے۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

حج اور قربانی سے متعلق چند اہم مسائل

ادارہ

مروہ پر عمرہ ختم کرنے کے بعد حجرِ اسود کو بوسہ دینا

سوال

مروہ پر عمرہ ختم کرنے کے بعد احرام کی حالت میں حجرِ اسود کو بوسہ دے سکتے ہیں؟

جواب

واضح رہے کہ عمرہ ادا کرنے والا شخص جب تک حلق یا قصر نہ کرالے اس وقت تک وہ حلال نہیں ہوتا اور اس پر احرام کی پابندیاں عائد رہتی ہیں اور چوں کہ حجرِ اسود پر خوشبو لگی ہوتی ہے، اس لیے حالتِ احرام میں اس کو چھونا یا بوسہ دینا بھی درست نہیں۔

البتہ اگر کوئی حالتِ احرام میں حجرِ اسود کا بوسہ دے دے، تو اس پر دم واجب ہوگا یا نہیں؟ اس کا مدار خوشبو کی کثرت پر ہے، یعنی اگر خوشبو زیادہ لگ گئی تو دم واجب ہوگا اور اگر کم مقدار میں لگی ہو، تو صدقہ کرنا لازم ہوگا، دم واجب نہیں ہوگا، قلیل اور کثیر کے معیار کے بارے میں متعدد اقوال ہیں، جن کا حاصل یہ ہے کہ حجرِ اسود کا بوسہ لینے کی صورت میں دیکھا جائے گا کہ اگر لگائی گئی خوشبو کی مقدار زیادہ ہو، تو ہتھیلی کے چوتھائی حصے پر لگنے سے دم واجب ہوجائے گا، لیکن اگر لگائی گئی خوشبو کی مقدار کم ہو، تو کامل عضو (مکمل ہتھیلی) پر لگنے کی صورت میں دم لازم ہوگا اور اس سے کم میں صدقہ لازم ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

فتویٰ نمبر: 144504101633 دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

ایامِ حج میں منیٰ میں قیام نہ کرنا

سوال

بعض حج گروپ والے اس طرح پیکج دے رہے ہیں کہ وہ عزیزیہ میں رہائش دیں گے، اور ۸/

ذوالحجہ کی رات کو یا ۹ر کی صبح کو عرفات لے جائیں گے، ۸ر تاریخ کو منیٰ میں قیام نہیں کروائیں گے، ۹ر تاریخ کو وقوفِ عرفہ کے بعد مزدلفہ میں رات گزاریں گے اور ۱۰ر تاریخ کی صبح کو رمی وغیرہ کرواکر دوبارہ عزیزیہ میں رہائش دیں گے۔ اس پورے پیکج میں منیٰ میں قیام شامل نہیں ہوگا، تاکہ حج کے اخراجات کم ہوسکیں۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ:

❶- کیا اس طرح حج ادا ہوجائے گا؟

❷- منیٰ میں قیام کی حیثیت کیا ہے؟ واجب ہے یا سنت؟

❸- منیٰ میں ارادۃً قیام کا چھوڑنا کیسا ہے؟

جواب

واضح رہے کہ ایامِ حج کے ۸ر ذوالحجہ سے ۱۲ر ذوالحجہ تک کل پانچ دن ہیں، جس میں ۸ر ذوالحجہ کو سورج طلوع ہونے کے بعد مکہ سے منیٰ جاکر اور وہاں رات کا قیام، پھر ۱۰، ۱۱، ۱۲ر ذوالحجہ کی راتوں میں منیٰ میں قیام کرنا سنتِ مؤکدہ ہے، منیٰ میں قیام کرنے کی بہت تاکید وارد ہوئی ہے، چنانچہ روایات سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ منیٰ میں قیام فرمایا اور ۸ر تاریخ کی ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور ۹ر تاریخ کی فجر کی نماز میں منیٰ میں پڑھی، پھر طلوعِ آفتاب کے بعد عرفہ کی طرف تشریف لے گئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں کو زجر و توبیخ فرمایا کرتے تھے اس بات پر کہ منیٰ کا قیام کوئی چھوڑ دے، یہاں تک فرماتے تھے کہ: اس کا حج ہی نہیں ہوا، یعنی حج کا کمال اس کو حاصل نہیں ہوا۔

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں منقول ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے: ایامِ تشریق میں عقبہ کے پیچھے (مکہ کی حدود میں) کوئی رات نہ گزارے۔ فقہاء کرام میں سے امام شافعیؒ اور دیگر ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے منیٰ میں قیام کو واجب قرار دیا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ منیٰ میں قیام کی شرعاً بہت تاکید وارد ہوئی ہے اور یہ سنتِ مؤکدہ ہے، ارادۃً اور قصداً منیٰ میں قیام ترک کرنا حاجی کے لیے مکروہ ہے، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں:

❶- اگر کسی نے حج کے ایام میں منیٰ میں قیام کو ترک کیا تو اس کا حج تو ادا ہوجائے گا، البتہ خلافِ سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ ہوگا اور ثواب کم ملے گا۔

❷- فقہ حنفی میں منیٰ کا قیام سنتِ مؤکدہ ہے۔

❸- حاجی کے لیے منیٰ کا قیام قصداً اور ارادۃً چھوڑنا خلافِ سنت اور مکروہ ہے، حج گروپ والوں کا اس طرح لوگوں کو پیکج دینا بھی صحیح نہیں ہے کہ جس سے حج جیسی عظیم عبادت میں خلافِ سنت امر کا ارتکاب لازم

آئے، جو زندگی میں ایک مرتبہ کرنا فرض ہے۔ فقط واللہ اعلم

فتویٰ نمبر: 144509102328 دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

حکومت کی طرف سے بھیجے گئے حج معاون کا نفلی حج ادا کرنا

سوال

حکومتِ پاکستان کو حج کے لیے معاونین درکار ہیں، اگر کوئی شخص جس پر حج فرض نہ ہو، وہ بطورِ معاون چلا جائے اور حج کرآئے، تو کیا یہ جائز ہے؟ کیوں کہ یہ تعین کرنا مشکل ہوگا کہ مقصد معاونت ہے یا حج۔

جواب

صورتِ مسئولہ میں اگر حکومت مذکورہ شخص کو حج ادا کرنے کی اجازت دے دے اور وہ حج ادا کرے، تو اس کا حج ادا ہو جائے گا۔ فقط واللہ اعلم

فتویٰ نمبر: 144507101760 دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

حج کے لیے چھٹی نہ ملے تو کیا حکم ہے؟

سوال

اگر آفس سے حج کے لیے چھٹی نہ ملے، تو پھر حج پر جانے کا کیا حکم ہے؟ جب کہ چھٹی جان بوجھ کر کرنے پر نوکری سے نکال دیتے ہیں۔

جواب

واضح رہے کہ اگر حج ایک مرتبہ فرض ہو جائے، تو جب تک ادا نہ کرے ذمہ میں باقی رہتا ہے، اگرچہ بعد میں حج کی استطاعت نہ رہے اور فقیر بن جائے تب بھی ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا، نیز حج اس عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہوتا ہے جس کے پاس ضروریاتِ زندگی کے پورا کر لینے، نیز اہل وعیال کے واجب خرچے پورے کرنے کے بعد اس قدر زائد رقم ہو جس سے حج کے ضروری اخراجات (وہاں کے قیام اور کھانے وغیرہ) اور آنے جانے کا خرچ پورا ہو سکتا ہو۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر حج سائل پر فرض ہو چکا ہے، تو سب سے پہلے آفس والوں کو حج سے متعلق شرعی مسئلہ کے بارے میں سنجیدہ طریقہ سے بتلائے، اور اس بنا پر چھٹی حاصل کرنے کی کوشش کرے اور فرض حج کو ادا کرے، اور اگر اس کے باوجود بھی آفس والے چھٹی نہیں دیتے، تو پھر اپنے حالات کو دیکھے، اگر کہیں اور جگہ

پر ملازمت مل سکتی ہے، تو پھر کہیں اور ملازمت اختیار کرے، اور حج کا فریضہ ادا کرے، اور اگر کہیں ملازمت نہیں مل سکتی اور اس کے بغیر گزارہ مشکل ہے تو پھر ملازمت جاری رکھے، اور ہر سال چھٹی کی کوشش کرے، جیسے ہی چھٹی مل جائے، حج کی ادائیگی کرے۔ فقط واللہ اعلم

فتویٰ نمبر: 144508100994 دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

ایامِ حج میں عورتوں کے مخصوص ایام کے چند مسائل

سوال

❶ - کیا ایامِ حج میں عورتیں اپنے مخصوص ایام کی تاریخ کو آگے کرنے کے لیے ڈاکٹر کی تجویز کی ہوئی دوائی استعمال کرسکتی ہیں؟ کیونکہ ان کی واپسی کی تاریخ ۱۳؍ ذوالحجہ یعنی ۱۲ کی رات ۲ بجے ہے۔

❷ - کیا کسی عورت کو عین حج کے ایام میں مخصوص ایام آجاتے ہیں اور واپسی کی فلائٹ وہی ہے جو اوپر بتائی ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی، وہ عورت طوافِ زیارت کا کیا کرے؟ کیا کوئی محرم بحالتِ مجبوری نہا کر اچھی طرح کپڑا باندھ کر طواف کرسکتی ہے؟ کیونکہ طوافِ زیارت فرض ہے۔

❸ - اس صورت میں جو کہ اوپر فلائٹ بتائی گئی ہے کیا طوافِ وداع ۱۱؍ ذوالحجہ کو کرسکتے ہیں؟ کیونکہ ۱۲؍ کو طوافِ وداع کرنا بہت مشکل ہوتا ہے، جبکہ رات کی فلائٹ بھی ہو، ہم لوگوں کی رہائش عزیزیہ میں ہوتی ہے اور وہیں سے کراچی کے لیے واپسی ہوتی ہے۔ جزاکم اللہ

جواب

❶ - صورتِ مسئولہ میں ایامِ حج میں حیض سے بچنے کی خاطر ڈاکٹر کی تجویز کردہ دوا استعمال کرکے مخصوص ایام کو آگے بڑھانے کی شرعاً گنجائش ہے اور اس کے نتیجے میں کی جانے والی عبادات درست شمار ہوں گی، تاہم فطری چیز کو روکنے سے صحت پر بڑا اثر پڑنے کا اندیشہ ہے۔

❷ - طوافِ زیارت فرض اور حج کا رکن ہے، اس طواف کو ادا کیے بغیر مُحرِم مکمل طور پر احرام سے نہیں نکل سکتا اور یہ طواف کرنا ہر حال میں ضروری ہے۔ صورتِ مسئولہ میں جو عورت حیض یا نفاس میں ہے وہ پاک ہونے سے پہلے طوافِ زیارت نہ کرے، اگر دسویں تاریخ کو یا اس سے پہلے حیض شروع ہوگیا اور بارہویں تاریخ تک بھی فراغت نہ ہو، تو وہ طوافِ زیارت مؤخر کردے اور اس تاخیر پر دم لازم نہیں ہوگا، جب تک حیض ونفاس سے پاک نہ ہوجائے، طوافِ زیارت نہیں ہوسکتا اور طوافِ زیارت کے بغیر وطن واپس آنا درست نہیں، اگر واپس آگئی تب بھی عمر بھر یہ فرض لازم رہے گا، اور شوہر کے لیے حلال بھی نہ ہوگی اور دوبارہ حاضر ہوکر طوافِ

زیارت کرنا پڑے گا، اس لیے حیض ونفاس سے پاک ہونے کا انتظار کرنا لازمی ہے، تاہم اگر فلائٹ، سیٹ یا ویزا ختم ہونے کے مسائل کی وجہ سے پاک ہونے کا انتظار کرنا مشکل ہے تو ان مشکلات کی بنا پر اگر مجبوراً طوافِ زیارت ناپاکی کی حالت میں کرلیا گیا تو حدودِ حرم میں بطورِ دَم ایک گائے یا ایک اونٹ ذبح کروانا لازم ہوگا، اور اس کے بعد عورت حلال بھی ہوجائے گی۔

❸-صورتِ مسئولہ میں جو عورت حج کے تمام ارکان وواجبات ادا کرچکی ہو اور طوافِ وداع سے قبل اسے حیض یا نفاس شروع ہوجائے اور پاک ہونے تک محرم کے ساتھ انتظار کرنے کی کوئی صورت نہیں ہو تو ایسی صورت میں اس عورت پر سے طوافِ وداع ساقط ہوجائے گا، اس کو چاہیے کی مسجد حرام میں داخل ہوئے بغیر دروازے کے پاس سے دعا مانگ کر رخصت ہوجائے، اس عورت پر دم بھی واجب نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ، ص:۱۰۵، ج:۸)

فقط واللہ اعلم

فتویٰ نمبر: 7730-1433ھ دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

قربانی کے لیے خریدے ہوئے جانور کو بیماری کی وجہ سے ذبح کرنے کے بعد گوشت اور دوسرا جانور خریدنے کا حکم

سوال

ایک شخص نے قربانی کے لیے جانور خریدا اور وہ بیمار پڑ گیا، ذبح کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا، ذبح کرنے کے بعد اس کا گوشت کس طرح استعمال کر سکتے ہیں؟ اور کون کون استعمال کرسکتا ہے؟ اور اب یہ شخص ایک اور جانور قربانی کے لیے خریدے گا یا نہیں؟

جواب

❶-صورتِ مسئولہ میں مذکورہ جانور کا مالک اگر امیر اور صاحبِ نصاب ہے تو وہ یہ گوشت خود بھی استعمال کرسکتا ہے، اپنے گھر والوں کو بھی کھلاسکتا ہے، اور فقراء میں صدقہ بھی کرسکتا ہے، لیکن اگر مذکورہ جانور خریدنے والا فقیر ہے تو اس کے لیے اس جانور کا گوشت کھانا اور اسے اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں ہے، بلکہ مذکورہ جانور کا گوشت دیگر فقراء کو صدقہ کرنا اس پر واجب ہے۔

❷-اگر جانور خریدنے والا شخص امیر اور صاحبِ نصاب ہو تو اس پر قربانی کے لیے دوسرا جانور خریدنا واجب ہے، لیکن اگر وہ شخص غریب ہے اور اس پر قربانی واجب نہیں، تو پھر اس پر دوسرا جانور خریدنا واجب نہیں۔

فتویٰ نمبر: 20140-1442ھ دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

ہدیہ میں ملنے والا قربانی کا گوشت بیچنا

سوال

اگر کوئی مجھے قربانی کا گوشت ہدیہ کرے، جب میں مالک بن جاؤں تو کیا میں اسے بیچ سکتی ہوں؟

جواب

صورتِ مسئولہ میں سائلہ کی ملکیت میں بطور ہدیہ قربانی کا گوشت آنے کے بعد سائلہ اسے آگے فروخت کرسکتی ہے۔

فتویٰ نمبر: 21703-1442ھ دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

جانور ذبح کرنے کے فوراً بعد جانور کے دل پر چھری مارنا

سوال

جب جانور ذبح کیا جاتا ہے تو اس کے فوراً بعد جانور کے دل پر چھری ماری جاتی ہے، جس کی وجہ سے وہ فوراً دم توڑ دیتا ہے، کیا یہ عمل کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب

صورتِ مسئولہ میں ذبح کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ گلے میں چھری اس طرح چلائی جائے کہ چار رگیں (سانس کی نالی، کھانے کی نالی، اور دو شہ رگیں) کٹ جائیں اور پھر چھوڑ دیا جائے کہ جانور زور لگائے، جس سے جسم کے اندر کا خون تیزی سے نکل جائے۔ نیز جب تک جانور ٹھنڈا نہ ہوجائے اس کی کھال اُتارنے کی کوشش نہ کی جائے اور نہ ہی چھری ماری جائے۔

آج کل بعض قصائی جو عجلت میں جانور کو جلد ٹھنڈا کرنے کے لیے اس کے دل میں چھری مارتے ہیں یا چھری کی نوک سے گردن کی ہڈی کے ساتھ دماغ کی حس والی رگ کاٹتے ہیں کہ جانور بے حس ہوجائے، یہ طریقہ خلافِ سنت اور مکروہ ہے۔ ایسا کرنے سے جانور کے گوشت میں بہتے ہوئے خون کا کچھ حصہ رہ جاتا ہے اس سے بچنا چاہیے۔ مالکان کو چاہیے کہ وہ قصائی کو ایسا کرنے سے روکیں۔ فقط واللہ اعلم

فتویٰ نمبر: 8671-1436ھ دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

..... ❀ ..... ❀ ..... ❀ .....

نَقدُ و نظَر

ادارہ

مجموعۂ خطبات (مستند مواعظ وخطبات کا مجموعہ)

تالیف: مفتی غلام مصطفیٰ رفیق صاحب۔ صفحات: ۵۴۴۔ قیمت: ۷۵۰۔ ناشر: مکتبۃ الریان، کراچی۔ رابطہ نمبر: 0333-9330193

زیرِتبصرہ کتاب جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے استاذ ورفیقِ دارالافتاء مفتی غلام مصطفیٰ رفیق صاحب کے تحریر کردہ جمعہ کے بیانات کا مجموعہ ہے۔ جمعہ کے مواعظ وبیانات کے مجموعے تو بہت ملتے ہیں، مگر اس مجموعہ کی انفرادیت اِستناد ووُثوق ہے، اس مجموعہ کو مستند کتب سے مطالعے کی روشنی میں ترتیب دیا گیا ہے۔ اسی طرح حشو وزوائد اور غیر ضروری اختصار اور طوالت سے بھی بچنے کی کوشش کی گئی ہے۔ عام طور پر واعظین اور خطباء رطب ویابس ہر قسم کی معلومات وروایات اپنے خطبات میں ذکر کردیتے ہیں، جنہیں آگے بیان کرتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہ یہ بات مستند بھی ہوگی یا نہیں؟ مجموعہ کے مرتب خود ایک مستند مفتی ہیں، جنہوں نے اپنے بیانات کو ذمہ داری کے ساتھ باحوالہ اور معیاری رکھا ہے، چنانچہ زیرِتبصرہ ''مجموعۂ خطبات'' میں معلومات مستند ہیں اور روایات وقصے باحوالہ درج ہیں۔

سال بھر کی اہم مناسبات اور مواقع سے متعلق کئی کئی بیانات ہیں، جس سے ائمہ وخطباء کو موقع کی مناسبت سے موضوع کی تعیین میں مشکل پیش نہیں آئے گی۔ ہر بیان میں ذیلی عنوانات بھی لگائے گئے ہیں، جن کا فائدہ تجزّی اور تقسیم ہے، اس سے مواد ذہن میں اچھی طرح بیٹھتا ہے۔ ہر بیان کے آخر میں مآخذ ومراجع بھی درج کیے گئے ہیں۔ کتاب کے آخر میں جمعہ وعیدین اور نکاح کے عربی خطبے بھی ہیں، جن کی ضرورت وافادیت ائمہ وخطباء سے مخفی نہیں ہے۔

اس مصروفیت اور تساہل پسندی کے دور میں جب کہ عموماً خطباء حضرات محنت سے بیان کی تیاری نہیں کرپاتے، یہ کتاب بہت غنیمت اور نعمت ہے، جس کے مطالعہ سے کم سے کم وقت میں مستند اور مرتب مواد مل سکتا ہے۔ ہماری رائے میں یہ کتاب ہر عالم اور ہر امام وخطیب کے پاس ہونی چاہیے۔

ٹائٹل دیدہ زیب، طباعت دورنگہ، کاغذ اعلیٰ (میٹ پیپر) اور جلد بندی مضبوط ہے۔

فیضانِ محبت

مجموعۂ کلام: حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ۔ جامع ومرتب: سید عشرت جمیل میر رحمۃ اللہ علیہ۔ صفحات: ۲۸۸۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، کراچی۔ رابطہ نمبر: 0316-7771354

زیرِ تبصرہ کتاب حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار کا مجموعہ ہے، حضرتؒ نے خود اپنے قلم سے اس مجموعہ کا تعارف یوں کرایا ہے:

''اس طرح دردِ دل بھی ہے میرے بیاں کے ساتھ
جیسے کہ میرا دل بھی ہے میری زباں کے ساتھ

احقر کا مجموعۂ کلام بعنوان ''فیضانِ محبت'' جس کے تقریباً نوے فیصد اشعار میری زندگی کے ۶۶ سال کے بعد اچانک قلب کی آہ وفغاں کے ساتھ زبانِ ترجمان دردِ دل سے نمودار ہوئے اور بعض راتوں میں بے ساختہ آنکھ کھل گئی اور نیند غائب ہوگئی اور بغیر محنت وکاوشِ دماغی محض عطائے رحمتِ حق تعالیٰ شانہٗ سے یہ اشعار موزوں ہوگئے، جو درحقیقت اس مضمون کے حقیقی ترجمان ہیں۔''

اشعار کیا ہیں، اصلاحی مضامین ہیں جو موزوں ہوگئے ہیں اور بالخصوص عشقِ مجازی کے مریضوں کے لیے تریاق کا درجہ رکھتے ہیں اور بلاشبہ حدیث ''إن من الشعر لحكمة'' کا مصداق ہیں۔ مجموعہ میں مذکور نظموں کے بنیادی عنوانات یہ ہیں: ۱-حمدِ باری تعالیٰ، ۲-مناجات بہ درگاہِ قاضی الحاجات جل جلالہ، ۳-نذرانۂ عقیدت دربارگاہِ نبوت (صلی اللہ علیہ وسلم)، ۴-منقبتِ صحابہ (رضی اللہ عنہم)، ۵-در مدحِ شیخ، ۶-کلامِ محبت ومعرفت۔ ان مرکزی عنوانات کے تحت تقریباً ڈھائی سو کے قریب ذیلی عنوانات اور نظمیں ہیں۔

کاغذ متوسط ہے، پرنٹنگ اور تزئین وآرائش عمدہ ہے، بائنڈنگ مضبوط ہے۔ اس کتاب کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ کمپیوٹر کمپوزنگ کے بجائے معروف خطاط جناب محمد علی زاہد صاحب کے ہاتھ سے خوبصورت اور دیدہ زیب کتابت اور خطاطی کروائی گئی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کا نفع عام فرمائے اور قارئین کو استفادے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

حزب البحر (مع اعمال ونُسخ)

امام ابوالحسن علی الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ۔ تالیف: مفتی احسان الحق صاحب۔ صفحات: ۲۷۹۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: مکتبۃ الحسنیٰ، کراچی۔ رابطہ نمبر: 0312-1102045

حزب البحر ایک دعا ہے، جو سلسلۂ شاذلیہ کے روحِ رواں شیخ ابوالحسن علی بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۶۵۶ھ) کو خواب میں الہام ہوئی تھی۔ اسماء وصفاتِ الٰہیہ پر مشتمل ہے، توحیدِ خالص پر مبنی ہے، کسی قسم کے

شرک یا استعانت بغیر اللہ کے الفاظ نہیں ہیں۔ رزق میں وسعت، مصائب و آفات اور دشمن کے شر سے حفاظت، سحر وجنات سے بچاؤ کے لیے مجرب اور اکسیر کا درجہ رکھتی ہے۔ علماء ومشائخِ طریقت کا معمول ہے۔ دیارِ ہند میں اس دعا کی شہرت ومقبولیت کا سہرا حضرت شاہ ولی اللہ ؒ کے سر سجتا ہے، ان سے لے کر موجودہ اکابر تک مشائخ کی اکثریت اس دعا کی عامل اور مجاز ہے۔

بہرحال زیرِتبصرہ کتاب میں مؤلفِ کتاب مفتی احسان الحق صاحب نے حضرت ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''حزب البحر'' کی تشریح وتحقیق کی ہے، کئی نسخوں کو جمع کر کے ان کا موازنہ کیا ہے، شیخ ؒ کے حالات وسوانح کے ساتھ ساتھ ان کے سلاسلِ طریقت بھی تفصیل سے درج کیے ہیں۔ حزب البحر کے اعمال وخواص، فوائد وثمرات اور اہمیت کے بارے میں علماء ومشائخ کے اقوال وتجربات بھی ذکر کیے ہیں۔

تمام سالکین طریقت کے لیے بالعموم اور وظائف وعملیات سے شغف رکھنے والے حضرات کے لیے بالخصوص یہ کتاب ایک قیمتی تحفہ ہے۔ عملیات ووظائف کی پُرخار اور خطرناک وادی میں اس طرح کی تحقیقات کا ہونا اشد ضروری اور اُمت کے لیے نفع مند ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف کی محنت وکاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر اس کا نفع عام فرمائے۔ جلد مضبوط ہے، کاغذ عمدہ ہے۔ سیٹنگ میں بہتری کی ضرورت ہے۔

سہ ماہی ''الرابطۃ'' (رابطۃ علماء السند کا تہذیبی وثقافتی اور علمی وتحقیقی ترجمان)

سرپرست: مولانا ڈاکٹر محمد ادریس سندھی، مولانا ڈاکٹر عبدالقیوم سندھی۔ مدیر: مفتی ولی اللہ سیف۔ صفحات: ۱۴۴۔ قیمت فی شمارہ: ۲۰۰۔ ناشر: مرکزی دفتر رابطۃ علماء السند، جامعہ دارالعلوم سکھر، گورنمنٹ سوسائٹی، سوفٹ روڈ، سکھر۔ رابطہ نمبر: 0300-3149252

زیرِتبصرہ ایک سہ ماہی رسالہ ہے، جس کا یہ پہلا شمارہ ہے، اس شمارے کی تاریخ ''محرم تا ربیع الاول ۱۴۴۵ھ'' درج ہے۔ رسالہ کے سرپرست معروف اہلِ علم اور محققین ہیں۔ مجلسِ مشاورت بھی قابل علماء کرام اور عصری تعلیم یافتہ افراد پر مشتمل ہے۔ مدیر صاحب کے قلم سے ''رابطۃ علماء السند کا قیام اور سہ ماہی الرابطۃ کا اجراء'' کے عنوان سے رابطہ فورم اور رسالہ کے اغراض ومقاصد لکھے گئے ہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تعارف کے لیے اس مضمون کا ایک اقتباس نقل کر دیا جائے، مدیر صاحب لکھتے ہیں:

''اہلِ علم اس ضرورت کو ایک زمانے سے محسوس کر رہے تھے کہ سندھ کی علمی تاریخ اور علمائے سندھ کی تصنیفات کو جدید تقاضاؤں کے مطابق منظرِ عام پر لایا جائے اور سندھ میں محض علم کی نشاۃ ثانیہ کے لیے تگ ودو کی جائے۔ اس فکر اور سوچ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے دو چار سال پہلے ''رابطۃ علماء السند'' کے نام سے علمی، فکری، دعوتی اور ثقافتی فورم کی بنیاد رکھی گئی...... ''رابطۃ علماء السند'' کی پوری ٹیم ان مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے منصوبہ جات کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ہر دم کوشاں ہے۔ سہ ماہی ''الرابطۃ'' کا اجراء بھی اس

سلسلے کی کڑی ہے، جس میں ان شاء اللہ العزیز اردو، سندھی اور عربی میں باب الاسلام سندھ کی دینی، علمی تاریخ، اسلامی نقوش، تہذیب وثقافت اور علمائے سندھ کی دینی، علمی خدمات کے ساتھ ان کی تصانیف کے تحقیقی جائزہ پر مقالات شائع کیے جائیں گے۔ اہلِ علم کی خدمت میں گزارش ہے کہ ان موضوعات پر اپنی تحقیقات اِرسال فرمائیں۔''

اقتباس میں بیان کردہ اَغراض ومقاصد سے اندازہ ہورہا ہے کہ رسالہ معیاری اور تحقیقی ہے۔ پیشِ نظر پہلے شمارہ کے مضامین سے بھی ان اَغراض ومقاصد کی تائید وتصدیق ہورہی ہے۔ اُمید ہے کہ اہلِ علم ومطالعہ کے شوقین حضرات کو اس رسالہ سے مستند اور تحقیقی مواد مہیا ہوگا اور معیار کو برقرار رکھا جائے گا۔ پیشِ نظر شمارے کے اکثر مضامین اردو زبان میں ہیں، دو مضامین عربی میں اور ایک مضمون سندھی زبان میں ہے۔

مذکورہ بالا اقتباس کی دوسری سطر میں لفظِ ''تقاضا'' کی جمع ''تقاضاؤں'' استعمال کی گئی ہے، جو کہ محلِ نظر ہے۔ لفظِ ''تقاضا'' کی جمع ''تقاضے'' یا ''تقاضوں'' استعمال ہوتی ہے۔ مذکورہ عبارت یوں ہونی چاہیے تھی: ''تصنیفات کو جدید تقاضوں کے مطابق منظرِ عام پر لایا جائے۔'' تقاضاؤں کی جمع ایسے ہی غلط ہے جیسے بعض عام لوگ علماء کی جمع ''علماؤں'' استعمال کرتے ہیں، مثلاً یوں کہتے ہیں کہ: ''علماؤں کو چاہیے کہ الخ۔''

رسالہ کا ٹائٹل دیدہ زیب ہے، جلد کارڈ کور کی اور مضبوط ہے، کاغذ اچھا ہے اور سیٹنگ بہتر ہے۔

اجراءِ نحو وصرف مع اصطلاحاتِ نحویہ (اضافہ وتصحیح شدہ ایڈیشن)

مرتب: مولانا محمد الیاس بن عبداللہ گڈھوی ہمت نگری۔ صفحات: ۱۳۶۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: مکتبہ مروان، سلام کتب مارکیٹ، دکان نمبر: ۱۹، بالمقابل جامعہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔ رابطہ نمبر: 0332-2535754

زیرِ تبصرہ کتاب علمِ نحو وصرف کے قواعد وضوابط کی مثالوں کے اجراء پر مشتمل ہے، جس کے آخر میں ۲۲۵ نحوی تعریفات بھی درج کی گئی ہیں۔ مقصد عربی عبارت کے سمجھنے اور پڑھنے پر عبور حاصل کرنے کی کوشش ہے۔ کتاب کے مرتب مولانا محمد الیاس صاحب ہندوستانی گجرات کے علاقے مانک پور ٹکولی نوساری کے مدرسہ دعوۃ الایمان کے مدرس ہیں۔ دار العلوم دیوبند کے مدرس مولانا محمد علی بجنوری اور جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل کے مدرس مولانا اشرف تاجپوری نے کتاب پر نظرِ ثانی کی ہے۔ کتاب کی اجمالی فہرست درج ذیل ہے: ۱-مرحلۂ اولیٰ: کلمہ کے اسم، فعل اور حرف اور ان کے متعلقات کی تعیین۔ ۲-مرحلۂ ثانیہ: کلمے کے مرفوع، منصوب اور مجرور کی تعیین۔ ۳-مرحلۂ ثالثہ: کلمے کے ماقبل ومابعد سے تعلق کی وضاحت۔ ۴-مرحلۂ رابعہ: جملہ اور اس کی اقسام۔ ۵-اجراء کیسے کریں؟۔ ۶-اصطلاحاتِ نحویہ۔

ہماری رائے میں یہ کتاب لائقِ استفادہ ہے۔ مبتدی طلبہ اور مدرسینِ نحو وصرف کے لیے انتہائی مفید

اور بہترین معاون ہے۔ کتاب کی جلد بندی کارڈ کور پر ہے، کاغذ مناسب ہے۔ اگلے ایڈیشن میں کاغذ، پرنٹنگ، کمپوزنگ اور سیٹنگ کے معاملہ میں بہتری کی گنجائش ہے۔

اُصولِ اسلام

مؤلف: حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ صفحات: ۱۲۰۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: مکتبہ مروان، سلام کتب مارکیٹ، دکان نمبر: ۱۹، بالمقابل جامعہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔ رابطہ نمبر: 0332-2535754

زیرِتبصرہ کتاب اسلامی عقائد کے موضوع پر ہے۔ اسلام کے بنیادی عقائد اور اُصولِ ثلاثہ یعنی توحید، رسالت اور آخرت کو عقلی اور نقلی دلائل سے ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ اسلام پر ہونے والے نئے اور پرانے شبہات واعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔ شرک کی تعریف وحقیقت بتائی گئی ہے۔ دیگر مذاہب کے عقائد بتا کر اسلام سے اُن کا موازنہ بھی کیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ اہم موضوعات اور عناوین درج ذیل ہیں: نبوت ورسالت، نبوت کی ضرورت، نبی اور رسول میں فرق، وحی واِلہام، معجزات کی حقیقت، مشہور معجزات، منکرینِ معجزات کے شکوک وشبہات کا جواب، معجزہ اور سحر (جادو) میں فرق، کرامت اور استدراج میں فرق، قیامت اور آخرت، کیفیتِ اعادہ یعنی حشر ونشر کا بیان، روح کا بیان، عالم برزخ، وغیرہ۔

کتاب اپنے موضوع پر بہترین ہے، بالخصوص عقلی دلائل کے اعتبار سے نہایت جاندار ہے۔ کتاب کی زبان اور انداز علمی ہے، اس لیے علماء کرام کے لیے اس کا مطالعہ زیادہ مفید رہے گا۔ عوام الناس بھی استفادہ کرسکتے ہیں۔ کتاب کی تصحیح اور سیٹنگ بہترین ہے۔ جلد کارڈ کور پر ہے، کاغذ متوسط ہے۔

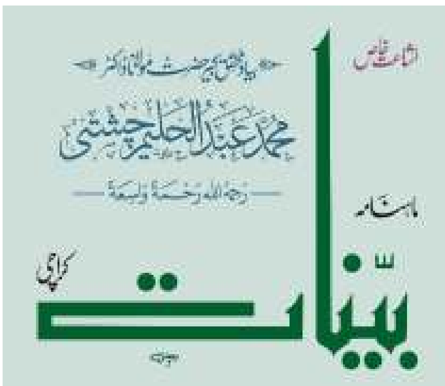

خوشخبری

اشاعتِ خاص شائع ہوکر منظرِ عام پر آچکی ہے

صفحات: 864 قیمت: 1200

مکتبہ بینات

رابطہ نمبر (واٹس اپ) - ایزی پیسہ و جیز کیش اکاؤنٹ
0341-3490550